سوانح عمری

حضرت محمد صاحب صلعم بانی اسلام

مرتبہ

شردھے پرکاش دیو جی پرچارک برہمو دھرم

براہمو سمت ۸۴ مطابق سنہ ۱۹۱۳ء

بدھن سٹیم پریس لاہور میں بابو دیوی چند صاحب پرنٹر کے اہتمام سے چھپی

قیمت فی جلد ۸ر

دوسری بار تعداد (۱۰۰۰) جلد

سوانح عمری حضرت محمد صاحب پر مختلف رائیں

از طوطیٔ ہند شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی:-

اس کتاب کی نسبت جو کچھ میں نے اخباروں میں دیکھا اور لوگوں سے زبانی سُنا تھا۔ اس سے بہت زیادہ اُس کو تعریف کے لائق پایا۔ عزیز مصنف نے یہ کتاب لکھ کر سچائی اور حق پسندی کی ایک ایسی مثال قائم کی ہے۔ جس کی ہم سب ہندوستانیوں کو تقلید کرنی چاہیئے۔ اب تک ہمارے تمام ہموطن عام طور سے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان اس خیال خام میں مبتلا رہے ہیں کہ غیر مذہب کی خوبیوں پر جہانتک ممکن ہو پردہ ڈالیں اور چُن چُن کر اُس کی بُرائیاں ظاہر کریں۔ جہانتک اندازہ کیا جاتا ہے۔ تمام اہل مذاہب اس غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ غیر مذہب کے کسی اعتراض کو تسلیم کر لینا یا اُس کی کسی خوبی کا اقرار کرنا اپنے مذہب کے دائرے سے نکل جانے کے برابر ہے۔ **برہمو دھرم** کا یہ اصول کہ وہ ہر ایک مذہب کے پیشواؤں کی تعظیم کرتا ہے بالکل اصول اسلام کے مطابق ہے۔ اور یہی وہ اصول ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ مذہبی جھگڑے شاید رفتہ رفتہ دُنیا سے مفقود ہو جائیں +

"اگرچہ مجھے یقین ہے کہ شرمے پرکاش دیوجی نے یہ کتاب مسلمانوں کے خوش کرنے کیلئے نہیں محض صداقت کے ظاہر کرنے کے لئے لکھی ہے لیکن چونکہ مسلمانوں کا خوش ہونا اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ اسلئے وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے دلی شکریہ کے مستحق ہیں" +

از جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

"آپ کی کتاب مجھ کو پہنچی اس کے دیکھنے سے آپ کی انصاف پسندی اور حسنِ اخلاق اور خدا ترسی اور وسعتِ معلومات ثابت ہوتی ہے

درحقیقت دوسری قوموں میں اس طبیعت اور سلامت روشی اور حق گوئی کی عادت کے لوگ بہت کم ہیں . . . . میں آپ کی کتاب دیکھنے سے بہت خوش ہوا - میرا ارادہ تھا کہ ایک رسالے میں جس کا تالیف کرنا میں نے شروع کیا ہے - اور جس کی نسبت مجھے امید ہے - کہ انشاء اللہ ایک ماہ تک اسکو چھاپ کر شائع کردونگا - آپ کی کتاب کا کچھ ذکر کردوں - مگر میں نے آپ کی اجازت کے بغیر مناسب نہیں سمجھا کہ ذکر کیا جاوے - مگر آپ کی دلی خواہش سے ایک ہفتہ کے اندر بارہ دن تک مجھے اجازت دیں تو کسی موقع پر اس کا ذکر کر سکتا ہوں - بہرحال ہم آپ کا اس کوشش کا شکر کرتے ہیں - اور آپ کے شکرگزار ہیں +

مذکورہ بالا چٹھی میں جس رسالے کی تالیف کا مرزا صاحب معصور نے ذکر رہا ہے کہ اُن کا اس میں سوانح عمری حضرت محمد صاحب کے متعلق ذکر کرنے کا ارادہ ہے اس کا نام چشمۂ معرفت ہے اور جن الفاظ میں اس کتاب کا آپ نے اس اپنی آخری تصنیف میں ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہیں:

اس پُر آشوب زمانہ میں کہ ہر ایک فرقہ خواہ آریہ ہیں خواہ پادری صاحبان وغیرہ وغیرہ نہایت گندے طور سے افترا کر کے ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اسلام کی تحقیر کو بڑا ثواب کا کام سمجھ رہے ہیں - ایسے وقت میں آریہ قوم میں سے ایسا منصف مزاج پیدا ہونا جو برہمو مذہب رکھتے ہیں - نہایت عجیب بات ہے - مولف کتاب نے اپنی دیانتداری اور انصاف پسندی اور حق گوئی اور بے تعصبی کا عمدہ نمونہ دکھلایا ہے میرے نزدیک مناسب ہے - کہ ہماری جماعت کے لوگ ایک ایک نسخہ اس کتاب کا خرید لیں - قیمت بھی بہت کم ہے +

ازشیخ مشیر احمد قدوائی بیرسٹرایٹ لاء {یہ سوانح عمری کیا تاریخی لحاظ سے اور کیا مذہبی خیال سے اردو لٹریچر میں ایک نہایت ہی مفید اضافہ ہے - جس قدر مذہبی خیالات اور اعتقادات کا ذکر کیا گیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ لائق مصنف نے اہل اسلام کے عقائد کے بالکل مطابق ہی بیان کیا ہے - اگر تاریخی واقعات کا خیال کریں تو معلوم ہوتا ہے - کہ وہ نہایت ہی مستند ذرائع کی بناء پر تحریر کئے گئے ہیں +

یہ کتاب ہادیانِ دین کی زندگی کا سچا فوٹو اُتارنے اور اُن کے کام کا پورا پورا ذکر

کرنے کے خیال سے نہایت ہی غیر متعصبانہ اور انصاف پسند الفاظ میں پبلک کے سامنے پیش کی گئی ہے +

ہمیں امید ہے۔ کہ جس مقصد کو مدنظر رکھکر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ وہ ضرور حاصل ہوگا اور حضرت محمدؐ صاحب کی زندگی اور کام کی بابت جو غلط فہمیاں اور ناواقفیت کے سبب سے جو غلط بیانیاں خاص اشخاص کے دل میں ہیں دور ہونگی۔ اور صداقت اپنے اصلی رنگ میں چمکیگی +

ہم اس کتاب کی ہر دو مسلم اور غیر مسلم صاحبان کے لائق سمجھ کر سفارش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں۔ کہ ہر دو اصحاب اس سے فائدہ اور حظ اُٹھائیں گے۔ براہمو دھرم خاص طور سے تعریف کا مستحق ہے۔ جس نے ایسے شریف طبع انسان پیدا کئے ہیں جو تعصب اور تنگدلی سے اُوپر اُٹھ کر حضرت محمدؐ صاحب جیسے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے والے شخص کے کام کی بغیر کسی مذہبی عناد یا خیال کے قدر اور عزت کرتے ہیں" + (از ماڈرن ریویو الہ آباد)

مولوی سید ممتاز علی صاحب ادر تہذیب نسواں ۳۰ نومبر ۱۹۱۶ء

{ہم بلا مبالغہ اپنی ذمہ واری پر یہ بات کہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب بلا اندیشہ مسلمان بچوں لڑکوں لڑکیوں کے ہاتھ میں دیجا سکتی ہے بلکہ یہ خیال کرکے کہ اس قسم کی کوئی ایسی مختصر اور عمدہ کتاب اس مضمون پر نہیں ہے ہم سفارش کرتے ہیں۔ کہ اس کتاب کا ایک ایک نسخہ ہر مسلمان گھر میں ہونا چاہئے +

از مولوی محمدؐ علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی اڈیٹر ریویو آف ریلیجنز

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک نئی سوانحعمری سوانحعمری حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام۔ یہ ایک چھوٹی سی کتاب کا نام ہے جس کو شریمتی پرکاش دیوی جی پرچارک براہمو دھرم نے لکھ کر حال میں ہی شائع کیا ہے۔ اگرچہ کتاب چھوٹی ہے۔ مگر بلحاظ مضامین کے نہایت قیمتی ہے۔ قابل مصنف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو ایسی منصفانہ طرز سے مگر ساتھ ہی ایسی قابلیت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ بہت سے اعتراضات جو اکثر متعصب مخالفین اسلام جیسے آریہ یا پادری صاحبان

کیا کرتے ہیں۔ جیسے جنگوں کے متعلق یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج
کے متعلق وغیرہ اُن کی تردید ساتھ ساتھ ہی ہوتی چلی گئی ہے۔ شروع سے اخیر تک
اس کتاب کو پڑھ جاؤ مگر ایک فقرہ بھی ایسا نہ پاؤ گے۔ جو دُکھ دینے کے لئے
لکھا گیا ہو۔ آج کل کا عام طریق یہ ہے۔ کہ جب ایک غیر مذہب والا دوسرے
مذہب کے متعلق لکھتا ہے۔ تو خوبیوں کو بھی عیب بنا کر دکھانے کی کوشش کرتا ہے
مگر شری دھرم پرکاش دیوجی نے اس صلح کا رنگ اختیار کیا ہے۔ جس کی طرف اسلام
بلاتا ہے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ یہ چھوٹی سی تصنیف ملک کے لئے مفید ہوگی۔
اور اسی قسم کی اور تصانیف شائع ہو کر صلح کی بنیاد ڈالنے والے مذہبی لٹریچر میں ترقی
ہوگی۔ امید ہے کہ ہندو صاحبان جو اسلامی مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے محروم ہیں۔ اس مختصر
سی کتاب کو پڑھ کر بانی اسلام کی زندگی کے صحیح واقعات اور آپ کے صحیح حالات کی اطلاع
حاصل کریں گے۔ ہماری یہ بھی خواہش ہے۔ کہ مسلمان بھی اس کتاب کو خریدیں
اور پڑھیں۔ یا اپنے ہندو دوستوں کو بطور تحفہ دیں۔ تاکہ بہت سی غلطیاں جو
تعصب کے ساتھ پھیلائی ہیں دور ہوں ٭

زمیندار ۲۸ نومبر ۱۹۱۶ء { ۲۰×۳۰ کی چھوٹی تقطیع ۱۴۴ صفحوں کا حجم مرتبہ شری دھرم پرکاش دیوجی پرچارک [illegible] ۔ قیمت ۵ر

مسلمان اپنے پیارے نبی کی سوانح عمری کو اکثر سیرت نبوی لکھا کرتے ہیں۔ اور حضرت محمد صاحب
بانیٔ اسلام کے الفاظ بھی ان کے کانوں کو کچھ غیر مانوس معلوم نہ ہونگے۔ مگر ہم نے اس کتاب کو
الف سے یٰ تک پڑھا۔ آنحضرتؐ کے حالات زندگی جس قدر کہ اس کتاب کا حجم اجازت
دے سکتا تھا اردو زبان میں نہایت نیک نیتی دلی صفائی اور بیباکی کے ساتھ لکھے گئے ہیں
اور گو مصنف صاحب معجزات اور وحی کے قائل نہیں۔ مگر ان کی تحریر صاف طور پر ثابت کر رہی
ہے۔ کہ اس کتاب کا ہیرو مرد الحقیقت کامل اور اکمل بشر اور اپنے راسخ اور سچے متبعین
کے لئے ذریعہ نجات و فلاح تھا۔ اگرچہ بوجہ مسلمان ہونے کے ہمیں اس کتاب کے مضمون پر پہلے ہی سے
تھوڑا بہت عبور تھا۔ مگر مصنف نے آنحضرتؐ کے حالات ایسے دلکش پیرایہ میں لکھے ہیں۔ کہ
اس کتاب کے پڑھتے پڑھتے ہمیں یہ معلوم ہو رہا تھا۔ کہ گویا ہم قرون اولیٰ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔
مخالفین اسلام آنحضرتؐ پر دو الزام دیا کرتے ہیں اول کہ آپ کے نو حرم تھے۔ اور دوئم کہ آپ نے مذہب

کے لئے تلوار اٹھائی - مگر اس کتاب کے پڑھنے سے نہ صرف دونوں الزام لچر و پوچ بلکہ آنحضرتؐ کے یہ دونو افعال عین صواب ثابت ہوتے ہیں - ہم نے اس کتاب کو اپنے بچوں کے پڑھنے کے قابل سمجھا اور فوراً ان کے حوالہ کیا مصنف نے اردو خواں مسلمانوں پر بلکہ تمام اردو دان پبلک پر بڑا احسان کیا ہے - آنحضرتؐ کے حالات نہایت سلیس اور عمدہ زبان میں لکھ کر انہیں ایک اہم دینی اور دنیاوی مضمون پر مطلع کیا ہے - اور چونکہ یہ ایک غیر مسلم روشن ضمیر مصنف کی تحریر سے ہے ہمیں امید ہے کہ بہت سے غیر مذہب اصحاب بھی اس سے مستفید ہونگے - خدا ان کو جزائے خیر دے

آنریبل شیخ عبد العزیز صاحب بی - اے اڈیٹر اخبار ابزرور لاہور

ہم اس بات کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہم نے حضرت محمدؐ صاحب کی آج تک کوئی ایسی مستند سوانح عمری نہیں دیکھی جو باوجود اس کے کہ ایک غیر مسلم شخص کی لکھی ہوئی ہو - تاہم ہر مذہب و ملت کے اشخاص کے دلوں کو اُبھارے اور اہل اسلام بھی اس کو اپنے بچوں کو پڑھانے کے لائق خیال کریں - اسلئے بانی اسلام کی سوانح عمری جو سری سریش (؟) برکاش لوجی نے تصنیف کی ہے - ایک لاثانی کتاب ہے +

علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۷ نومبر سنہ ۱۹۰۷ء

"روشن خیال مؤلف نے اس کتاب میں آنحضرت کی زندگی کے حالات نہایت بے تعصبی و انصاف پرستی سے لکھے ہیں - ایسے دلچسپ پیرائے میں بیان کئے ہیں کہ بغیر ختم کئے کتاب کا ہاتھ سے رکھنا ناممکن ہے ..... کتاب کا پڑھنے والا آنحضرت کو عزت اور ادب اور تعظیم سے دیکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے" +

ماہواری رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور ماہ فروری سنہ ۱۹۰۸ء

اُس میں حضرت رسالت پناہی کے حالات زندگی ایسے اچھے طریق پر لکھے ہیں - جیسے کہ ایک دیانتدار اور راستباز اور حق پسند غیر مذہب شخص کے لکھنے کی امید ہو سکتی ہے - ہر ایک لکھے پڑھے مسلمان بھائی کو اس کتاب کا دیکھنا نہایت ضروری ہے +

بنام شری دھرم پرکاش دیوجی پرچارک براھمو دھرم مصنف سوانحعمری حضرت محمد صاحب بانئ اسلام

از جانب

مولوی بشیر الدین احمد صاحب تعلقہ دار سنگشگور دکن خلف الرشید فاضل اجل شمس العلماء ڈاکٹر مولوی نذیر احمد صاحب ایل ۔ ایل ۔ ڈی ۔ او ۔ ایل دہلوی

---

۱۴ مئی ۱۹۱۱ء مخدومی عم فیضہ ۔ پس از تسلیم

جس وقت میں نے سُنا ۔ کہ کسی ہندو نے مسلمانوں کے پیغمبرؐ کی سوانح عمری لکھی ۔ مجھے کھٹکا ہُوا ۔ کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے ۔ اور اسی وجہ سے اُس کتاب کے دیکھنے کی خواہش نہ کی ۔ کیونکہ غیر مذہب والوں نے جو سوانح عُمری حضرت رسُول مقبُول کی لکھی ہیں ۔ خصوصاً سر ولیم میور کی کتاب میری نظر سے گذر چُکی تھی ۔ یہ بھی اُسی قبیل کی ہوگی ۔ کیا ضرورت کہ خواہ مخواہ اس جنجال میں پڑیں ۔ لیکن چند دنوں کے بعد اس کتاب کا غلغلہ اُٹھا ۔ اخباروں میں اسکی تعریف چھپنے لگی ۔ بڑے بڑے پایہ کے اخبار جن کے ایڈیٹر مسلمان تھے رطب اللسان ہُوئے ۔ میری بدگمانی ایک حد تک رفع ہُوئی ۔ بمصداق شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۔ کتاب میں نے منگوائی ۔ جس وقت

کتاب آئی - ایک صاحب جو بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی
کہ ہندو اور پیغمبر اسلام کی سوانحعمری - چہ خوش - میں نے اُن سے کہا - کہ پہلے کتاب کو دیکھ لیجئے
تب رائے قائم کیجئے - وہ کتاب لیگئے - اور تیسرے دن واپس لاکر کہنے لگے - کہ واقعی
صاحب! کتاب تو خوب لکھی ہے - تعصّب کا نام نہیں - تب میں نے اُسے
پڑھنا شروع کیا - میں کافی الفاظ میں کتاب کی عمدگی کے متعلق نہیں پاتا

ع - ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اسمیں شک نہیں - کہ آپنے جو لکھا ہے سچ لکھا ہے - حشو و زوائد اور مبالغہ سے پاک
ہے - ساری کتاب کانٹے کی تول تُلی ہوئی ہے - پھر اُردو ایسی سلیس مضمون
ایسا دلکش - طرز بیان ایسا من لُبھانے والا کہ کتاب بلا ختم کئے ہاتھ سے
نہیں چھُوٹ سکتی - میرے خیال میں پیغمبر صاحب کی کوئی سوانحعمری اُردو
میں ایسی نہیں ہے - جو ہمارے پیغمبر صاحب کے اصلی حالات کو بلا کم و کاست
ظاہر کر سکتے ہیں - دیکھیئے کیا زمانہ ہے - علم کی روشنی کیسی پھیلی ہے کہ
دل کدورت سے صاف ہیں - حق و باطل میں تمیز اسی کا نام ہے
شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پی رہے ہیں - آپ کے جیسے سُلجھے ہوئے
خیالات اگر سب کے ہوں تو یہ آپس کی تُو تو میں میں کیوں ہو - عیسے بدین خود اور
موسے بدین خود - کوئی پوچھے کہ تمہارے مُنہ میں کتنے دانت ہیں -
سب مل جل کر شیر و شکر ہو کر رہیں مسلمانوں کو ہمہ تن آپ کی اس تصنیف لاجواب
کا شکر گذار ہونا چاہئے - اور یہ کتاب عورتوں اور مردوں - لڑکیوں اور
لڑکوں سب کے لئے یکساں مفید ہے - ہر مسلمان کو چاہئے - کہ اس
گوہر آبدار کی قدر کرے - اور آپ کے حق میں دعاء خیر کرے - والسلام

ملنے کا پتہ شردھا پرکاش ویدک پرچارک براندرتھ روڈ لاہور

پریس لاہور

بعض لوگوں نے جو آنحضرتؐ کے نام کے ساتھ اس سوانح عمری میں لفظ صاحب کے استعمال
کئے جانے پر اعتراض کیا تھا اُس کے جواز میں مستند شہادت

صاحب

کتب لغت اساس البلاغۃ و مجمع البحار و مختار الصحاح و غرائب اللغۃ و مفردات راغب و مصباح المنیر وغیرہ میں صاحب کے کئی معنے لکھے ہیں +

(ساتھ ہونیوالا) چنانچہ عرب کہتے ہیں خرج وصاحبه السیف والرمح یعنی فلاں شخص نکلا اور اُسکے ساتھ تلوار و نیزہ تھے
(سلامتی و آرام دینے والا) چنانچہ اصحب مصحوبا سلامتی و آرام سے جاؤ یا صاحبك بن تجھے سلامتی و آرام دینے والا ہوں۔ اور قرآن شریف میں ہے ولاھم منا یصحبون نہ وہ ہم سے سلامت رہینگے +
(فرمانبردار) چنانچہ اصحب الرجل والدابۃ وہ آدمی یا گھوڑا اُس کا تابعدار ہوا۔ اُسکو اپنی پشت پر اُٹھا لیا +
(نگہبان) چنانچہ وہ تمھارے سفر میں انت الصاحب فی السفر تو ہی (اے ربّ) سفر میں میرا نگہبان ہے
(مالک) انت صاحبی تو ہی میرا مالک ہے +
(وطن رو میں ساتھ دینے والا) چنانچہ قرآن شریف میں ہے اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا
جبکہ وہ اپنے دکھ سکھ کے ساتھی کو کہہ رہا تھا کہ تو غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے +
(شریک بھائیوال) قال له صاحبه وهو یحاوره اُس کے بھائیوال نے اُسکو مخاطب کر کے کہا +
(مددگار) چنانچہ کہتے ہیں وَھُوَ صاحبٌ لی فیہ وہ میرا اس میں مددگار ہے +
(داخل ہونیوالا) چنانچہ ولا تکن کصاحب الحوت مچھلی کے اندر آنے والے کی طرح نہ ہو +
(ہمیشہ خدمت کرنیوالا) چنانچہ وصاحبهما فی الدنیا معروفا اور دنیا میں والدین کی اچھی طرح خدمت کرتا رہ +
(خدا کا حکم پہنچانیوالا۔ رہنمائی کرنیوالا) چنانچہ اولم یتفکروا ما بصاحبهم من جنۃ۔ ما ضل صاحبکم وما غوی۔ انھوں نے سوچا نہیں۔ کہ اُن کے حکم الٰہی پہنچانے والے کو کسی قسم کا جنون نہیں۔ اور اُن کا راہنما گمراہ نہیں نہ دھوکا دینے والا +

غرض اور بھی کئی جگہ مناسب موقع کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک تابعی کا شاگرد اُس سے پوچھتا ہے کہ انت سمعت من صاحبك تو نے اپنے اُستاد و شیخ الحدیث (ابن مسعودؓ) سے

خود سنا ہے ؛ اور ہماری زبان میں صرف ایک ہی معنے تعظیم کے لئے اکثر مستعمل ہے +

اب ہم دیکھتے ہیں کہ (۱) لفظ صاحب جناب رسول اکرم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے کسی نے استعمال کیا ہے ؟ (۲) جملۂ "پیغمبر صاحب" میں یہ لفظ تعظیمی ہے یا تحقیری (۳) آپ کے نام پاک کے ساتھ کیا معنے رکھتا ہے +

نسبت اوّل ۔ خود آپ نے نفسِ نفیس کے واسطے لفظ مذکور بولا ہے ۔ صحیح بخاری میں بضمن حدیث معراج اما ابراھیم فانظروا الی صاحبکم یعنی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو میں نے دیکھا بعینہٖ تم اپنے صاحب یعنی مجکو دیکھ لو (ہو بہو میری صورت ہے) اور اسی صحیح بخاری میں جابرؓ سے مروی ہے قال جاءت الملئکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وھو نائم فقالوا ان لصاحبکم ھذا مثلا فاضربوا لہ مثلا جابرؓ صحابی کہتے ہیں ۔ کہ خدا کے فرشتے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سوئے ہوئے تھے پھر اُنھوں نے ایکدوسرے کو کہا کہ اِس تمہارے صاحب کی ایک مثال ہے وہ بیان کرو +

اِس سے ثابت ہوا کہ آپ نے بھی اپنے آپ کو صحابہ کا صاحب کر کے فرمایا ہے ۔ اور خدا کے فرشتوں نے بھی آنحضرت کو صاحب کہا ۔ اور صحابی بھی آپ کو صاحب بولتے تھے +

نسبت دوم ۔ یہ لفظ آپ کی نسبت تعظیمی ہے ۔ اور دوسرے حالات میں تعظیم پائی جاتی ہو تو پھر کیا شبہ ہے مثلاً اِس کتاب میں جسکہ بڑی عزّت و حرمت بلکہ آنجناب کے معاملات و سوانح اُخروی میں صدق اور التزامات واہیہ سے بری ہونے کے لئے لکھی گئی ہے سرورق یا کسی اور سطر میں یہ لفظ حقارتاً نہیں لکھا گیا ۔ جن لوگوں کو مولوی اسمٰعیل دہلوی کا تقویۃ الایمان اور اہل دہلی حافظ نذیر احمد کا ترجمۃ القرآن دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا وہ تسلّی سے مان لیں گے کہ مسلمان لفظ صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بولتے ہیں +

نسبت سوم ۔ آپ کے نام پاک کے ساتھ مبلغ (یعنی پیغام حق پہنچانیوالا) اور مالک و راہنما کے معنے دیتا ہے ۔ چنانچہ صحابی روایت حدیث کے وقت کبھی اس طرح کہتے تھے اوصانی خلیلی اور کبھی اوصانی صاحبی +

غرض کہ لفظ صاحب بہر وجہ آپ کے نام مبارک کے ساتھ تعظیمی ہے محل اعتراض نہیں ۔ واللہ اعلم بالنیات

۱۴ ۔ جولائی ۱۹۱۳ء محمد اعظم از میروال ضلع سیالکوٹ

جو قبولیت اور پسندیدگی میری اس مختصر سی تالیف کو تھوڑے عرصے میں حاصل ہوئی۔ اس نے مجھے بہت جلد اس کے طبع ثانی اور ایک ہی سال بعد طبع ثالث اور اب چوتھی بار چھاپنے کی جرأت بخشی ہے۔ مجھے نہایت خوشی ہے۔ کہ جس کتاب کو میں اوّل مرتبہ شائع کرتے وقت ہی بہت ہچکچاتا تھا۔ اسے نہایت خوشی سے چوتھی بار مطبع میں بھیجتا ہوں میں اس دفعہ اس پر کوئی غائر نظر ثانی تو نہیں کر سکا ہوں۔ تاہم مسودہ کو ایک بار پڑھ لیا ہے۔ اور جہاں جہاں ضرورت دیکھی۔ وہاں کچھ تبدیل و ترمیم مناسب کر دی ہے۔ پڑھنے والے دیکھیں گے۔ کہ طبع جدید پہلے سے ہر طرح زیادہ مفید اور زیادہ مکمل ہے ٭

پرکاش دیو

فہرست مضامین

دیباچہ طبع اوّل

حضرت محمد صلعم صاحب بانی مذہب اسلام جن کی
سوانح عمری کا یہ مختصر سا خاکہ ہے منجملہ اُن بزرگ اشخاص
کے ہیں جنہوں نے قانونِ قدرت کے موافق جہالت اور
تاریکی کے زمانے میں پیدا ہو کر دنیا میں بہت کچھ صداقت
کی روشنی کو پھیلایا۔ اور لوگوں کو روحانی و دنیاوی ترقی کا
راستہ دکھایا ہے۔ جس طرح ہندوستان کو شاکیہ منی گوتم عرف
بدھ اور راجہ رام موہن رائے اور فارس کو زرتشت
اور چین کو کنفیوشس اور یہودیہ کو حضرت عیسیٰ کے
کے وجود پر فخر ہے۔ ویسے ہی ریگستانِ عرب کو حضرت محمد صاحب
کا وجود اس کی ترقی و عظمت کا باعث ہے۔ بلکہ آنحضرت
کی ذات سے جو فیض دنیا کو پہنچے۔ اُن کے لئے نہ صرف
عرب بلکہ تمام دنیا کو ان کا شکر گزار ہونا مناسب ہے۔
کون کونسی تعلیمیں ہیں جو اس بزرگ نے نسلِ انسان کے لئے

اپنے اوپر برداشت نہیں کیں۔ اور کیا کیا مصیبتیں اُن کو اس میں
اُٹھانی پڑیں؟ عرب جیسے ایک وحشی اور کُندۂ ناتراش مُلک
کو خدا کی توحید کی تعلیم دینا اور سیدھے راستہ پر لانا ایک
ایسے ہی فلسفی مزاج کا کام تھا۔ اور آخر اسی سے انجام ہوا
تنگ دل اور متعصب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ ہی
کہیں۔ لیکن جو لوگ انصاف اور کُشادہ دل ہیں۔ وہ کبھی
محمدؐ صاحب کی اُن بیش بہا خدمات کو کہ جو وہ نسلِ انسان
کی بہبودی کے لئے بجالائے بُھلا کر احسان فراموش نہیں
ہو سکتے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ پرلے درجہ کے
تنگدل اور ناحق شناس لوگ ہیں ✣

جس طرح دُنیا میں اور بزرگ اپنے اپنے جلال اور بزرگی کا
ایک مستحکم سُتون قائم کر گئے ہیں۔ اسی طرح محمدؐ صاحب بھی اپنی
فضیلت کا ایک ایسا جھنڈا کھڑا کر گئے۔ کہ جو ہمیشہ کے لئے
اُن کی یادگار رہیگا۔ یعنی یہی اسلام کا جھنڈا جس کے نیچے
اِس وقت تیئس ۲۳ کروڑ کے قریب دُنیا کے آدمی پناہ گزین ہیں
اور اُن کے نام پر جان دینے کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔
اُن کی فضیلت کا بڑا عالیشان نشان ہے۔ مگر افسوس باوجود
اس کے کہ اس قدر لوگ محمدؐ صاحب کے پیرو اور اُن کے نام
پر جان تک قُربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ایسے بہت ہی
کم لوگ ہیں۔ جو اُن کی اعلےٰ زندگی کے حالات سے واقف ہیں

ہم کو سینکڑوں ہزاروں ایسے لوگوں سے ملنے کا اکثر اتفاق ہوا ہے۔ جو اپنے تئیں پکّا مسلمان کہتے ہیں لیکن اگر اُن سے محمدؐ صاحب کے حالات کی بابت کچھ استفسار کرو۔ تو منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ وہی لوگ حاتم طائی اور بے نظیر کے تمام افسانے ازبر سنا سکتے ہیں۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس شخص کے نام پر مسلمان جان دیں۔ اس کے صرف نام ہی نام سے واقف ہوں۔ اور اور کچھ بھی خبر نہ رکھیں۔ اس ناواقفیت اور بیخبری کا بڑا سبب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے حالات میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ وہ زیادہ تر عربی زبان میں ہی لکھی گئی ہیں جن تک اُردوخواں پبلک کی دسترس نہیں ہے۔ اس کے علاوہ عربی میں بھی جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں واقعات کی تحقیق و تنقید کے بجائے خوش اعتقادی اور توہّمات سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ ان کتابوں کو اگر اُردو میں ترجمہ بھی کیا جائے تب بھی اہل اسلام کے سوا دیگر مذاہب کے پیرو اُن کتابوں سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے ؎

انگریزی میں البتّہ زمانۂ حال میں اکثر لوگوں نے بڑی بڑی سوانح عمریاں لکھی ہیں۔ مگر چونکہ وہ دوسرے مذہب والوں کی تالیف سے ہیں۔ اس لئے ان میں صرف دو ایک ہی ایسی ہیں۔ جو کچھ قدر کے لائق ہیں۔ ورنہ بعضوں نے تو محض تعصّب سے اپنے دل کا بُخار نکالا ہے۔ اور بعضوں نے جو کچھ کوڑا کرکٹ

اِدھر اُدھر سے ہاتھ لگا سب اس میں بھر دیا ہے - پھر علاوہ اس کے وہ اس قدر طویل اور بیجا مباحثوں سے پُر ہیں کہ سوانح عمری کا شائق اُن کے مطالعہ سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا - البتہ سیّد امیر علی صاحب بیرسٹر ایٹ لاء نے جو محمدؐ صاحب کی سوانح عمری لکھی ہے - وہ اچھی ہے مگر اوّل تو وہ انگریزی زبان میں ہے - دوسرے نہایت گران قیمت ہے - اس لئے اس سے وہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو انگریزی دان ہیں اور اس گران قیمت کتاب کو خرید سکتے ہیں - عام لوگوں کو اس سے بھی چنداں فائدہ نہیں پہنچ سکتا آنریبل سید احمد خان ستارۂ ہند نے بھی اپنی خطبات احمدیہ میں کچھ اُن کی زندگی کے حالات بیان کئے ہیں - مگر وہ نہایت ہی مختصر ہیں - اور زیادہ تر اُن اعتراضات کے متعلق ہیں - جو نصاریٰ نے محمدؐ صاحب کی زندگی پر کیا کرتے ہیں ؂

ہماری خواہش ہے کہ اپنے مُلک کے لوگوں کو ہر مُلک اور ہر مذہب کے بزرگ اشخاص کی زندگی کے حالات سے واقف کیا جاوے - اِس لئے ہم پر محمدؐ صاحب کی سوانح عمری کا لکھنا بھی فرض تھا - مگر ہم کو تردّد یہی تھا کہ ہم ان کی سوانح عمری کے لکھنے میں کس طرح کامیاب ہونگے - اگرچہ انگریزی کتابوں سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے - مگر تاہم اس سے ہمارا اطمینان نہیں ہوتا

لیکن شکر ہے۔ کہ ہمارے ایک دوست نے اس کام کی ذمہ داری کو اپنے اوپر لیا۔ اور آخر بڑی محنت اور تلاش کے بعد اُنھوں نے حضرت محمدؐ صاحب کی سوانح عمری کا کچھ حال قلمبند کر کے دیا ہے۔ اگرچہ یہ حال بہت مختصر ہے۔ مگر پھر بھی ایسا ہے کہ جن لوگوں کو دُنیا کے اس بڑے ریفارمر کے حالات سے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ ان کو کچھ تو آگاہی ہو جائیگی۔ اور کچھ تعجّب نہیں کہ اس کو دیکھ کر کسی اور صاحب کو تحریک پیدا ہو۔ اور تھوڑے ہی زمانہ میں ہم ایک مفصّل اور عمدہ سوانح عمری محمدؐ صاحب کی اُردو خوانوں کے کتب خانہ میں دیکھیں۔ جو ہماری عین دلی آرزو ہے۔

اگرچہ آنحضرت صلعم کے بہت سے ایسے حالات جو اور عام کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں نہ ملیں گے لیکن ہم ناظرین کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ یہ کتاب بالکل بے تعصّبانہ اور دوستانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ اور بعض واقعات کا اختصار صرف اس غرض سے کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی زندگی کے سوانح تاریخی واقعات کی حیثیت اور وقعت سے دیکھے جائیں۔ اور اُن کی بنا محض خوش اعتقادی پر متصوّر نہ ہو اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا۔ کہ اس انداز تحریر کی حالت میں اس کے ناظرین کا حلقہ زیادہ وسیع ہوگا۔ اور بہت سے ایسے اشخاص جو اُن کے رسمی سوانح عمری سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے

اسے زیادہ توجّہ سے پڑھیں گے ؞

جو واقعات اِس کتاب میں درج کئے گئے ہیں - اُن کی خاطر خواہ چھان بین کرلی گئی ہے - اور باطمینان کہا جاسکتا ہے - کہ ان واقعات کی صحّت میں دوست و دشمن کسی کو کلام نہیں - ہمیں اُمید ہے - کہ جِس غرض سے یہ کتاب لکھّی گئی ہے - وہ غرض اِس سے حاصل ہوگی - اور آنحضرت کی زندگی کے واقعات کے متعلّق جو غلطیاں مشہور ہو رہی ہیں دور ہونگی - اور صداقت اپنی اصلی رنگت میں چمکیگی ؞

لاہور - بر محلہ صدر
ماہ اپریل ۱۹۰۷ء

پرکاش دیو

سوانح عمری

حضرت محمد صاحب صلعم بانی اسلام

باب اوّل

محمد صاحب کی پیدائش کے وقت اہل عرب کا رسم و رواج اور مذہب۔ محمد صاحب کا حسب و نسب اور ایام طفولیت اور بلوغت سے ۲۵ برس کی عمر تک کا سرسری احوال۔

اہل عرب کا رسم و رواج

اہل عرب زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک اپنی آزادی۔ جوانمردی۔ مہمان نوازی۔ شجاعت۔ فصاحت وغیرہ اوصاف کے سبب سے مشہور ہیں۔ مگر باوجود اُن عمدہ اوصاف کے اُس وقت اُن میں بہت سی بدرسوم بھی مروّج تھیں۔ چنانچہ فسق و فجور۔ رہزنی۔ قزاقی وغیرہ اس درجہ تک بڑھی ہوئی تھیں کہ ان کے حالات پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ شراب خوری کی

یہ کثرت تھی کہ بچّہ نے دُودھ چھوڑا اور شراب پینا شروع کی۔
انسان کی جان کا تلف کرنا اُن کے لئے کچھ بڑی بات نہ تھی۔
ذرا ذراسی باتوں پر ایسے ایسے جھگڑے اور فساد برپا ہوتے
تھے کہ صدیوں تک نہ مٹتے تھے معصوم لڑکیوں کو اس خوف
سے زندہ درگور کیا کرتے تھے۔ کہ مبادا ہم کسی کے خسر کہلاویں۔
کثرت ازدواج کے مروّج ہونے کے باعث عورتوں کی حالت
بہت خراب تھی۔ مرد جس قدر عورتیں چاہتا تھا کر لیتا تھا۔ اور
جس کو جب چاہتا تھا۔ بلا عُذر چھوڑ دیتا۔ کینہ۔ حسد اور بغض
اہل عرب میں اس قدر تھا کہ وہاں کے جانور بھی ان بدخصائل
میں ضرب المثل ہو گئے تھے۔
عرب کے خاص خاص مقامات میں ہر سال بڑی دھوم دھام
کے میلے بھی ہُوا کرتے تھے۔ وہاں ملک کے ہر حصے کے لوگ جمع
ہوتے۔ اور جوانمردی کے کرتب دکھایا کرتے تھے۔ چنانچہ
مکّہ میں کعبہ کے معبد پر بھی ایک میلہ ہُوا کرتا تھا۔ جو
بعد کو اسلام میں اصلاح پا کر حج کے نام سے مشہور ہوا ہے۔ اسمیں
ملک کے دور دراز شہروں سے لوگ جمع ہُوا کرتے تھے۔ کوئی
اپنی قادرالکلامی کا ثبوت دیتا تھا۔ کوئی قصیدہ پڑھتا تھا۔
کوئی نیزہ بازی کا ہُنر دکھلاتا تھا۔ اور کوئی ذراسی بات پر
کسی سے بگڑ کر دونوں قبیلوں میں آتش فساد مشتعل کرتا تھا۔
ان میلوں میں ایسی بیحیائی اور بے غیرتی کی باتیں ہوتی تھیں۔ کہ

اہلِ عرب کا مذہب

ان کا ذکر کرنا بھی شرم کی بات ہے ؎

قدیم اہلِ عرب ہمیشہ سے ایک خدائے بے ہمتا کو مانتے چلے آئے تھے۔ مگر آنحضرتؐ کے زمانے میں بُت پرستی کی بہت کثرت ہوگئی تھی۔ اور جو لوگ خدا کی ہستی پر یقین رکھتے تھے۔ ان کا بھی یہ اعتقاد تھا کہ یہ بُت جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ اُس معبود حقیقی کے آگے ہماری سفارش کریں گے۔ اُس زمانہ کے اہلِ عرب اور اس زمانہ کے اہلِ ہنود کا مذہب قریب قریب ایک سا تھا۔ جن مورتوں کی وہ پرستش کرتے تھے۔ وہ اکثر اُن نامور اشخاص کی مورتیں ہوتی تھیں۔ جو اس مُلک میں زمانۂ قدیم میں گزرے تھے۔ کوئی گھر اُس وقت ایسا نہ تھا۔ جو بُتوں سے خالی ہو۔ تقریباً تمام عرب میں بُتوں کی خدائی ہو رہی تھی غرض محمدؐ صاحب کی پیدائش کے وقت عرب پر ایک ایسی تاریکی اور جہالت چھائی ہوئی تھی۔ کہ اگر اس وقت اس ملک کو کُل بُرائیوں کا منبع کہا جاتا تو بجا تھا۔ طوطیِ ہند شمس العُلماء مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے اپنے مشہور مُسدس میں عرب کی اس وقت کی جو حالت بیان کی ہے۔ فی الواقع وہ بالکل سچ ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

مُسدّس

عرب جُھ نہ تھا اِک جزیرہ نُما تھا
کہ پیوند مُلکوں سے جس کا جُدا تھا

نہ وہ غیر قوموں پہ چڑھ کر گیا تھا
نہ اس پر کوئی غیر فرمانروا تھا

تمدّن کا اس پر پڑا تھا نہ سایہ
ترقّی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی رُوح پرور
کہ قابل ہی پیدا ہوں خُود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے ساماں تھے واں مُیسّر
کنول جس سے کِھل جائیں دل کے سراسر

نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی
فقط آبِ باراں پہ تھی زندگانی

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں
لُوؤں کی لپٹ بادِ صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں
کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں

نہ کھیتوں میں غلّہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کُل کائنات اُس کی یہ تھی

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی
نہ یُونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبعِ بشر تھی
خُدا کی زمیں بن جتی سر بسر تھی

پہاڑ اور صحرا میں ڈیرہ تھا سب کا
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا
کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا
بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا

کرشموں کے راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے ابلیگا چشمہ ہدے کا

وہ اک بت پرستوں کا تیرتھ بنا تھا
جہاں تین سو ساٹھ بت پج رہا تھا

قبیلہ قبیلہ کا اک بت جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزےٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہر الور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اِک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا اُن کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے
تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے

بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اُس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس میں آدھی اُنھوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی
تھی اِک آگ ہر سُو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اِک اُن کی جہالت کا تھا وہ

اسی طرح اِک
عرب میں لقب حرب داحس ہے جس کا

رہا ایک مدّت تک آپس میں برپا
بہا خون کا ہر طرف جس میں دریا

سبب اس کا لکھا ہے یہ اصمعی نے
کہ گھوڑ دوڑ میں چیند کی تھی کسی نے

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
کہیں آب جو آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یوں ہی روز ہوتی تھی تکرار اُن میں
یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اُس کو جا کر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جُوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی
غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی

بس اِس طرح دن اُن کو گزری تھیں صدیاں	
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں	

محمد صاحب کا حسب اور ایام طفولیت

غرض جس وقت عرب پر یوں جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی اُس وقت حضرت محمدؐ صاحب عرب کے ایک مشہور اور معزز قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ اُن کے پردادا ہاشم نے خانۂ کعبہ اور مکّہ کو دشمنوں سے بچایا تھا۔ اس واسطے شریف مکّہ یا شریف کعبہ کا عُہدہ بنی ہاشمیوں کا موروثی حق تھا اور یہ وہ عہدہ ہے۔ جس کی اہل عرب ہمیشہ سے قدر کرتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت محمدؐ صاحب پیدا ہوئے تھے اس وقت اُن کا دادا عبدُالمطّلب شریفِ کعبہ تھا + عبدُاللہ بن عبدالمطلب نے ۲۴ برس کی عمر میں آمنہ بنتِ وہب سے شادی کی۔ اور ابھی آمنہ کا نخلِ مراد سرسبز نہ ہُوا تھا کہ عبداللہ کو سفر شام میں ایک قافلۂ تجارت کے ساتھ جانے کا اِتفاق پڑا۔ اور واپسی کے وقت بیمار ہو کر مدینہ میں راہِ بقا اختیار کی۔ اُس زمانہ میں جب کہ واقعۂ[ا] فیل کو

ا؎ عرب کی تاریخ میں اصحاب فیل کا قصہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ اور قرآن شریف سورۃ الفیل میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔ اصل قصہ یوں ہے کہ ابراہہ اشرم شاہ ابی سینیا نے جب یمن کو فتح کر کے وہاں اپنا تسلط بٹھایا تو اس کو معلوم ہوا کہ کل اہل عرب سال بسال مکہ میں حج کعبہ کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اس نے چاہا کہ یہ سب لوگ یمن میں جمع ہوا کریں چنانچہ اُس نے یمن میں کعبہ کی ایک نقل بنوائی۔ اور لوگوں کو اُدھر رجوع کرنا چاہا۔ مگر لوگ رجوع نہ ہوئے پھر اس نے ہاتھیوں کی ایک بھاری فوج جمع کر کے مکہ پر چڑھائی کی۔ مگر اس کی ساری فوج راستہ میں چیچک کی بیماری سے ہلاک و برباد ہو گئی +

کو حضرت محمد صلعم صاحب پیدا ہوئے۔ ۵

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا	دُعائے خلیل اور نوید مسیحا

بزرگ عبدالمطلب بچے کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنتے ہی دوڑے آئے۔ اور معصوم بچے کو اپنی گود میں اٹھا کر لے گئے اور کعبہ کا طواف کر کے خدا کا شکرادا کیا۔ چندروز تک خود آمنہ نے اور پھر محمد صلعم صاحب کے چچا ابولہب کی ایک لونڈی نے اُن کو دودھ پلایا۔ جب بچہ سات دن کا ہوا۔ تو دستور ملک کے موافق عبدالمطلب نے اپنے کل قبیلہ کی دعوت کی۔ اور بڑی خوشی سے جشن منایا۔ اور سب کے سامنے بچہ کا نام محمدؐ رکھا۔ مسلمانوں کی بعض روایتوں میں یوں بھی لکھا ہے۔ کہ آمنہ نے اپنے بچہ کا نام احمد رکھا تھا۔ کیونکہ فرشتے نے اُس کو خواب میں یہ کہا تھا کہ تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اور خدا فرماتا ہے کہ تو اس کا نام احمدؐ رکھے۔ چنانچہ انہی دو ناموں سے وہ پکارے جاتے ہیں ؂

اُس وقت عرب میں یہ دستور تھا کہ اہلِ ثروت اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے شریف خاندان کی دیہاتی اناؤں کے سپرد کردیا کرتے تھے۔ چنانچہ آمنہ کے بچے کو بھی قبیلۂ بنی سعد کی ایک عورت جس کا نام حلیمہ تھا لے گئی۔ وہ ہر چھٹے مہینے بچے کو اُس کی والدہ اور دادا سے ملانے کے لئے لایا کرتی جب

یہ بچّہ دو برس کا ہوا۔ تو حسبِ دستور دُودھ چھڑایا گیا۔ اور حلیمہ بچے کو لے کر اُن کی ماں پاس آئی۔ دانشمند ماں نے اپنے بچّہ کو خوب تندرست اور پلا ہوا دیکھ اپنے دل میں سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مکّہ کی آب و ہوا اس کو نا موافق آئے اور بچّہ کی صحّت میں فرق لائے۔ اُنھوں نے پھر حلیمہ سے کہا کہ تو اس کو اپنے ہی گھر واپس لے جا۔ جب یہ ہوشیار ہو گا۔ ہم اس کو منگوا لیں گے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ محمدؐ صاحب کی والدہ بھی اُنہیں اوصاف کی عورت تھی۔ جیسا کہ اکثر بڑے آدمیوں کی مائیں ہوا کرتی ہیں۔ ہم اپنے ملک میں عموماً دیکھتے ہیں۔ کہ کبھی کوئی ماں اپنے بچّے کی صحت کی یُوں خبر گیراں و فکر مند نہیں رہتی + ہمارے مُلک میں بڑے آدمیوں کی نسبت بچّے جو زیادہ مرتے ہیں۔ اس کا سبب محض اُن کی ماؤں کی بے احتیاطی اور غفلت ہے۔ پس اس خیال سے جب محمدؐ صاحب کی والدہ ماجدہ کے حالات پر غور کی جاتی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دانا۔ عقلمند اور نہایت دُور اندیش بی بی تھیں۔ اس کے علاوہ قریش کا قبیلہ اپنی فصاحت و بلاغت میں خاص طور پر ممتاز تھا۔ قبیلۂ بنی سعد کے لوگ شہر سے دُور دیہات میں رہنے والے فصاحتِ زبان کے لحاظ سے محض اُجڈ گنوار تھے۔ آمنہ کو اس بات کا رنج کیوں نہ ہو گا۔ کہ اُس کے بچّے کے کان سب سے پہلے گنوّاری زبان سے مانوس و آشنا ہوں۔ مگر اس بی بی نے اپنے بچّے کی

حفظ صحت کے لئے جس طرح جدائی کا صدمہ برداشت کیا اسی طرح اس رنج کو خوشی سے سہا۔ نہیں اس میں بھی حکمتِ خداوندی تھی کہ جو شخص جوان ہو کر کلام کا معجزانہ نمونہ پیش کرنے والا تھا وہ بچپن میں یوں گنوار بے تہذیب چرواہوں میں پلے۔ غرض حلیمہ پھر بچے کو اپنے ساتھ لے کر گھر کو واپس چلی آئی۔ اور دو برس تک اور یعنی چار برس کی عمر تک آمنہ کے بچے نے حلیمہ کے گھر میں پرورش پائی۔ اس کے بعد حلیمہ نے اس بچے کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا۔

جب محمدؐ صاحب کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ تو ان کی والدہ انہیں اپنے ہمراہ مدینہ لے گئیں اور مدینہ سے واپس آتے ہوئے انہوں نے موضع **ابوا** میں قضا کی۔ اس بیکسی کی حالت میں عبدالمطلب نے یتیم پوتے کی پرورش اپنے سر پر لی۔ مگر محمدؐ صاحب مشکل سے آٹھ ہی برس کے ہوئے تھے۔ کہ ان کے دادا کو بھی پیغامِ اجل آ پہنچا۔ اب **ابو طالب** جو حضرت کے حقیقی چچا تھے۔ آپ کی پرورش کے کفیل ہوئے۔

جس شخص نے اپنے باپ کی شفقت بھری آنکھیں نہ دیکھی ہوں۔ جو کنار عاطفتِ پدری میں آرام سے سر رکھ کر نہ سویا ہو۔ جس نے اپنے باپ کے محبت اور تلطف آمیز کلمات نہ سنے ہوں جس نے پیارے باپ کی صورت تک نہ دیکھی ہو۔ جو عہدِ خردی میں ہی اپنی ماں کی پیاری اور من موہنی محبت سے محروم کیا گیا ہو

اور جو اس عمر میں کہ جب بچے اپنے والدین کے لاڈ کا لطف اٹھاتے اور بچپن کے امنگ میں ہر قسم کے کھیل کود میں شریک ہوتے ہیں - افسردہ اور پژمردہ ہوکر رہ گیا ہو - وہ یتیموں کے کملائے ہوئے دلوں اور لاوارثوں کی بیکسی کو خوب سمجھتا ہے ؂

مرا باشد از درد طفلاں خبر	کہ در طفلی از سر گذشتم پدر

شائد اللہ تعالے کو ان پیران مصیبتوں کے ڈالنے سے بھی یہ ہی منظور تھا - کہ اُن کے مزاج میں اعلےٰ درجے کا حلم - صبر اور رحم پیدا ہوجائے - اور وہ اس ہمدردی - بُردباری اور غمخواری سے اپنے ہموطنوں کو چاہ گمراہی سے باہر نکالیں ؛

غرض ان سب واقعات نے محمدؐ صاحب میں سوچ اور بچار کی وہ عادت پیدا کردی تھی کہ معمولی آدمیوں میں اس کا پایا جانا قریباً غیر ممکن ہے - ان کے وطن کے پہاڑ ٹیلے - ریگستان اور سنسان بیابان اُن کی قوتِ متفکرہ کے شریک حال اور رفیق غمگسار تھے محمدؐ صاحب کی عادت تھی - کہ وہ آٹھ برس ہی کی عمر سے باہر پہاڑوں اور بیابانوں میں اکیلے پھرا کرتے اور صحیفۂ فطرت (نیچر) کا سبق پڑھتے تھے - وہ ایک سنسان غار میں جو تاریخ میں غار حرا کے نام سے مشہور ہے - جاکر اپنے وقت کا بہت سا حصہ صرف کیا کرتے تھے ؛

ابو طالب نے اپنے یتیم بھتیجے کو نہایت شفقت اور محبت سے پالا - اور محمدؐ صاحب کو اُن سے اس قدر محبت ہوگئی کہ ان دونو کو زیادہ دیر تک ایک دوسرے سے جدا رہنا گوارا نہ تھا - چنانچہ

ایک دفعہ جب محمدؐ صاحب کی عمر بارہ برس کی ہوئی ۔ تو ابوطالب کو سفر شام پیش آیا ۔ محمدؐ صاحب کو اس خبر سے نہایت رنج پہنچا ۔ ان کا دل بھر آیا ۔ اور وہ اپنے چچا کے گھٹنوں سے لپٹ گئے اور یہاں تک التجا کی کہ آخر کار ابوطالب نے انھیں اپنے ہمراہ لے جانے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا ۔

سن طفولیت سے ۹ برس کی عمر تک کے سیر کا حال

مسلمانوں کی روایتوں میں لکھا ہے ۔ کہ جب قافلہ سفر کرتا ہوا بصرہ میں پہنچا ۔ تو وہاں بحیرہ نامی ایک راہب سے محمدؐ صاحب کی گفتگو ہوئی ۔ وہ ان کی ذہانت فطانت ۔ خوش بیانی اور شیریں کلامی سے بہت حیران ہوا ۔

بالائے سرش ز ہوشمندی	می تافت ستارہ بلندی

اس راہب نے ابوطالب کو بچے کی خبرگیری کی بہت تاکید کی ۔ اور انھیں یقین دلایا کہ یہ لڑکا آفتاب عرب ہوگا ۔ اور عرب سے بت پرستی کا نام و نشان مٹائیگا ۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ یہودیوں کے پھندے میں پھنس جائے ۔ اور وہ اس کو مار ڈالیں ۔

بعض روایتوں میں لکھا ہے ۔ کہ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ وہ شخص ہے ۔ جس کے آنے کی خبر مسیح ابن مریم نے دی تھی ۔ اور بیشک یہ خدا کا رسول اور خاتم النبیین ہوگا ۔ ابوطالب نے بحیرہ کے یہ خیالات سن کر محمدؐ صاحب کی حفاظت میں نہایت اہتمام کیا ۔

محمدؐ صاحب کو اس سفر سے بہت فائدہ پہنچا۔ انھوں نے ان پہاڑوں اور شہروں کو دیکھا۔ اور ان کے حالات دریافت کئے جو عرب کی تواریخ میں مشہور اور معروف تھے۔ سفر کرتے ہوئے مختلف قطعات ملک کو دیکھ کر اُن کے دل میں خدائے عزوجل کی شان و شوکت کا ایک اعلےٰ خیال آتا تھا۔ پہاڑوں جنگلوں۔ ریگستانوں ندیوں نالوں۔ غرض کل کائنات عالم نے اُن کے دل پر ایک ایسا بڑا بھاری اثر کیا۔ کہ جب کبھی بعدہٗ انھوں نے خدا کی ہستی میں کچھ دلیل دینی چاہی۔ تو انہیں چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ کل چیزیں کس نے پیدا کی ہیں۔ اور کس طرح زبان حال سے یہ اس کی ہستی پر شہادت دے رہی ہیں *

تھوڑے دنوں بعد قبیلۂ قریش اور بنی ہوازن میں لڑائی شروع ہوئی۔ یہ وہ لڑائی ہے جو عرب کی تواریخ میں "حرب الفجار" کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت محمدؐ صاحب کی عمر چودہ یا پندرہ برس کی تھی۔ وہ ابو طالب کے ہمراہ دو لڑائیوں میں شریک ہوئے یہ صرف پہلی ہی دفعہ تھی کہ محمدؐ صاحب لڑائی میں شامل ہوئے تھے۔ اس کے بعد پھر قریباً ۲۵ برس کی عمر تک ان کی زندگی ایک عام شخص کی زندگی کی طرح رہی۔ اس اثناء میں کوئی ایسا معاملہ نہیں ہوا کہ جو ان کی عمر کا مشہور واقعہ ہو۔ ہاں البتہ انہوں نے یمن وغیرہ کے اطراف میں سوداگری کے لئے سفر کئے جن سے

اُن کی دیانتداری و ایمانداری۔ سچائی اور خوش اطواری اس درجے ظاہر ہوئی۔ کہ لوگوں نے اُن کو **صادق** اور **امین** کا خطاب دیا +

انہیں ایام میں مکہّ میں ایک بیوہ عورت خدیجہ نام رہتی تھی۔ پہلے اس نے دو نکاح کئے تھے۔ اُس کا پچھلا خاوند بہت مالدار تھا۔ جب وہ مرگیا۔ تو اُس کو ایک کارندہ کی ضرورت ہُوئی۔ محمدؐ صاحب کی تعریف سُن کر اُس نے اُن کو اپنا کارندہ مقرر کرنا چاہا۔ اور کہا کہ معمولی تنخواہ کی بجائے دوگنی تنخواہ دُونگی۔ محمدؐ صاحب نے ابوطالب سے صلاح کرکے یہ نوکری منظور کرلی۔ وہ خدیجہ کا مالِ تجارت لے کر یمن کو گئے۔ اور اس کام میں نہایت معقول نفع کما کر لائے + محمدؐ صاحب کی کارگزاری محنت اور دیانتداری سے خدیجہ اس قدر خوش ہوئی کہ اُس نے اُنہیں شادی کا پیغام بھیجا۔ اس وقت محمدؐ صاحب کی عمر ۲۵ برس کی تھی اور خدیجہ کی عمر چالیس برس کی۔ نہایت خوشی اور باہمی رضامندی سے دونوں کی شادی ہوگئی۔ اور خدیجہ نے اس تقریب کی خوشی میں قبیلۂ قریش کی بڑی دُھوم دھام سے دعوت کی۔ اس شادی سے میاں بیوی کے ۱۵-۱۶ برس نہایت دلی آرام سے کٹے۔ اس کے بعد محمدؐ صاحب کی عمر میں ایک نیا زمانہ شرُوع ہوُا +

باب دوم

محمد صاحب خدیجہ کے باہمی معاشرت ملکی بھلائی میں کوشش۔ اور زید غلام
کی آزادی گوشہ نشینی کی رغبت اور خدائے برحق کی طرف توجہ۔ صداقت کا
ظہور۔ درجہ **نبوت**۔ خدیجہ اور **علی** اور دیگر اشخاص کا ایمان لانا۔ قریش کا
مسلمانوں کو ایذا دینا۔ مسلمانوں کا ترک وطن کر کے ابی سینیا کی طرف ہجرت
کر جانا **ابو طالب** اور **خدیجہ** کی وفات۔ قریش کا محمد صاحب اور اُن کے
اصحاب پر ظلم۔ مجبور ہو کر طائف کو جانا۔ وہاں سے بھی نکالا جانا۔ **سودہ**
کے ساتھ نکاح اور **عائشہ** کے ساتھ نسبت۔ وعظ میں تاثیر۔ چند
اہل مدینہ کا ایمان لانا۔ ان کا عہد و پیمان معراج کا واقعہ۔ قریش کی آئے قتل
کی سازش محمد صاحب کا وطن چھوڑ کر **مدینہ** کو **ہجرت** کر جانا ۔

محمد صاحب و خدیجہ کی باہمی معاشرت

چونکہ خدیجہ ایک مالدار عورت تھی۔ اور اس نے خود ہی محمد صاحب سے شادی کا پیغام کیا تھا۔ اس واسطے محمد صاحب کو کئی باتوں سے بیفکری ہو گئی۔ وہ خدیجہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور جس طرح وہ کہتی تھی۔ بلا تامل ویسا ہی کرتے۔ خدیجہ کو بھی اُن کی خاطرداری بہت منظور تھی۔ چنانچہ محمد صاحب کی شادی کا حال سُن کر جب اُن کی دودھ ماں حلیمہ اُن کے پاس آئی۔ اور اپنی مفلسی کا ذکر کیا۔ تو محمد صاحب نے خدیجہ سے اُس کی سفارش کی اس نے الفور حلیمہ کو چالیس بکریاں دیں۔ اور وہ لے کر خوشی خوشی اپنے گھر چلی گئی ۔

خدیجہ سے محمدؐ صاحب کے ہاں چار لڑکیاں ہوئیں اور ایک لڑکا جس کا نام قاسم رکھا گیا۔ مگر قاسم عہدِ مہد میں ہی مر گیا۔ خدیجہ جب تک جیتی رہی محمدؐ صاحب کی وفادار اور سچی منکوحہ رہی۔ محمدؐ صاحب بھی اُس کی محبت ایثار اور ایمانداری کی ہمیشہ تعریف کرتے رہے اور جب تک وہ زندہ رہی محمدؐ صاحب نے دوسری شادی نہیں کی۔ اس کی موت کے بعد بھی جب کبھی اُسے یاد کرتے۔ تو آہ سرد بھرتے۔ مسلمانوں کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ جب محمدؐ صاحب نے عائشہؓ سے نکاح کیا۔ تو ایک روز عائشہؓ نے محمدؐ صاحب کو خدیجہ کو حسرت کے ساتھ یاد کرتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ اے رسول اللہ۔ کیا خدیجہ بوڑھی نہ تھی۔ اور اللہ نے آپ کو اُس کی بجائے بہتر عورت نہیں عطا کی ہے؟ محمدؐ صاحب نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ جب میں غریب تھا۔ تو اُس نے مجھ سے شادی کر کے مجھے دولتمند بنایا۔ جب سب لوگ مجھ کو جھوٹا کہتے تھے۔ تو اُس نے مجھے سچا جانا۔ جب کُل عرب میرے برخلاف تھا۔ تو اُس نے میرا ساتھ دیا۔ محمدؐ صاحب کی چاروں لڑکیوں کے یہ نام ہیں۔ رقیہ جو عثمانؓ بن عفان سے بیاہی گئی۔ زینب جو ابو العاص سے بیاہی گئی فاطمہ جو علیؓ سے بیاہی گئی۔ اور اُمّ کلثوم ✣

ملکی بھلائی کی کوشش

خدیجہ کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد محمدؐ صاحب نے اپنے ملک

لہ محمدؐ صاحب نے تا عمر میں صرف ایک ہی کنواری لڑکی سے نکاح کیا اور وہ عائشہ بنت ابوبکر تھی۔

کی بہبود کی طرف توجہ کی۔ اوّل ہی اوّل اُنھوں نے اُس عہد وپیمان کو جس کے رُو سے مکّہ کی چاردیواری کے اندر کسی قسم کا ظلم کرنے کی کسی شخص کو اجازت نہ تھی۔ پھر زندہ کیا۔ اور اسمیں اُنھوں نے عرب کے چار اور قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملایا۔ اور جو عملدرآمد اس کا ہؤا۔ وہ انہیں کی تن دہی سے ہؤا ❊

چند روز بعد عثمان بن حارث نے جو عیسائی ہوگیا تھا اپنے اہلِ وطن اور قوم کے ساتھ دغابازی کرکے مکّہ کو اہلِ یونان کے سپُرد کرنے کی کوشش کی۔ مگر محمدؐ صاحب نے اس میں ایسے تن من اور دھن سے کوشش کی۔ کہ اپنی زاد بُوم کو غیر قوم کی غلامی میں آنے سے بچالیا۔ اور یہ واقعہ عرب کی تواریخ میں اعلےٰ درجے کی شُہرت رکھتا ہے ❊

جب محمدؐ صاحب کی عمر ۳۵ برس کی ہُوئی۔ تو اہلِ مکّہ میں سنگِ اسود کے اُٹھانے پر سخت جھگڑا ہؤا۔ اس کا قصّہ یُوں ہے۔ کہ کعبہ میں آگ لگ جانے سے وہ معبد جو حضرت ابراہیمؑ نے بنایا تھا گر گیا اب اہلِ مکّہ نے اس کو از سرِ نو تعمیر کرنا چاہا۔ مگر اس بات کا جھگڑا ہؤا۔ کہ سنگِ اسود کو جو حضرتِ ابراہیمؑ کا نشانِ معبد ہونے کی وجہ سے نہایت مُقدّس سمجھا جاتا تھا کون اُٹھا کر لگائے۔ ہر قبیلہ اس اعزاز کو اپنے لئے طلب کرتا تھا۔ آخر سب کی یہ رائے ہُوئی۔ کہ جو شخص علےٰ الصباح سب سے پہلے حرم کے دروازہ سے اندر آئے۔ اُس کی رائے پر فیصلہ کیا جائے۔ اِتّفاق کی

بات علے الصباح محمدؐ صاحب ہی سب سے اوّل آئے۔ چنانچہ اُن کی رائے پر ہی یہ معاملہ چھوڑا گیا۔ انھوں نے سوچ کر یہ تجویز بتائی۔ کہ ایک بڑی چادر زمین پر بچھائی جائے۔ اور اس پر وہ خود سنگِ اسود کو رکھ دیں۔ پھر ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک آدمی چادر کا کنارہ پکڑ کر اس کے اٹھانے میں شریک ہوجائے۔ اور جہاں سنگ اسود کو رکھنا ہو رکھ دیویں۔ محمدؐ صاحب کے اس فیصلہ سے سب لوگ بہت خوش ہُوئے۔

زید غلام کی آزادی

اس کے چند روز بعد محمدؐ صاحب نے ہمدردی بنی نوعِ انسان کا ایک پُورا پُورا نمونہ نہ صرف اپنے اہلِ وطن بلکہ کُل دُنیا کو کر دکھایا۔ وہ یہ تھا۔ کہ زید ابنِ حارث کسی لڑائی میں پکڑا گیا۔ اُس کے دشمنوں نے اُس کو خدیجہ کے بھتیجے کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ بھتیجے نے یہ غلام اپنی پھوپھی کی نذر کیا۔ محمدؐ صاحب نے زید کی حالت پر رحم کھا کر اس کو خدیجہ سے مانگ لیا۔ اور آزاد کر دیا۔ زید کے باپ کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ کچھ روپیہ لے کر اس کے رہا کرانے کے لئے آیا۔ تو محمدؐ صاحب نے کہا۔ یہ آزاد ہے۔ اس کی مرضی چاہے یہاں رہے۔ چاہے آپ کے ساتھ چلا جائے۔ مگر زید نے باپ کے ساتھ جانا منظور نہ کیا بلکہ محمدؐ صاحب کے پاس ہی رہنا پسند کیا۔ اور محمدؐ صاحب نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب سے جو نہایت خوبصورت اور ایک اعلےٰ خاندان عرب سے تھی نکاح کروا دیا۔

کوشہ گزینی کی محنت اور سچائی کی طرف توجہ

ان تمام واقعات کے ساتھ ساتھ ہی محمدؐ صاحب کا دل اپنے ملک کو تاریکی اور جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھ کر بے انتہا کڑھتا اور دکھتا تھا۔ وہ بت پرستی کو دیکھ کر بہت گھبراتے تھے۔ عورتوں کے حال زار اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور ہوتے ہوئے دیکھ کر اُن کا جگر پاش پاش ہوتا تھا۔ مگر کچھ کر نہ سکتے تھے۔ ایسے ایسے واقعات سے گھبرا کر وہ اکثر تنہائی میں رہتے۔ اور اُن کے دفعیہ کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ اُن کا معمول تھا۔ کہ ہر سال رمضان کا مہینہ غارِ حرا میں رہ کر خدا کی یاد میں بسر کرتے۔ اور جو کوئی بھولا بھٹکا مسافر اُدھر جا نکلتا۔ اس کی رہنمائی اور دستگیری کرتے۔ خدا سے ہمیشہ یہ دُعا مانگتے کہ کسی طرح ان کا ملک چاہِ جہالت سے نکلے۔ وہ خدا کی درگاہ میں سربسجود روتے۔ آخر کار جویندہ یابندہ

صداقت کا ظہور

الہامِ الٰہی کا چشمہ اُن کے دل میں چھوٹا۔ اور نورِ خداوندی کا چمکارا چمکا۔ اُن کا دل اُس مبارک درجے کو پہنچ گیا کہ خداوند تعالیٰ کی مرضی معلوم کر سکے۔ اور ان کو یقین ہو گیا کہ بس خدا نے مجھ کو اسی مطلب کے واسطے پیدا کیا ہے۔ کہ میں اپنے ملک سے اس جہالت کو دُور کروں۔ اُن کو اس بات کا بھی یقین ہو گیا۔ کہ جب انسان بہت گناہ کرتے ہیں اور دینِ حق کو چھوڑ دیتے ہیں تو خدا ان کو راہ راست پر لانے کے لئے ایک نہ ایک شخص کو پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اب اس نے یہ بارِ امانت میرے سر پر ڈالا ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے اُس نے ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسےٰؑ

وغیرہ کے سرپر ڈالا تھا۔ یہ خیال ان کا عین الیقین کے درجہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ اکثر غیبی آوازیں سنا کرتے۔ اور خواب و بیداری میں طرح طرح کے نشانات اور رویائے صادقہ دیکھا کرتے۔ وہ جو خواب دیکھتے ہمیشہ سچ نکلتا۔ آخرکار جب اُن کی عمر پورے چالیس سال کی ہوئی۔ تو ایک دن وہ حسب معمول غارِ حرا میں تھے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص اُن کو پکار رہا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ پڑھ۔ محمدؐ صاحب نے اس کو جواب دیا۔ مجھے پڑھنا نہیں آتا تب فرشتہ نے کہا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۙ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۞ ترجمہ۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو خالق ہے۔ جس نے جمے ہوئے لہو سے انسان جیسی پُرحکمت مخلوق پیدا کی۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو بہت کرم کرنے والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ آدمی کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا ✤

خدیجہ علی و دیگر اشخاص کا ایمان لانا

جب محمدؐ صاحب پر یہ وحی نازل ہو چکی۔ تو وہ خدیجہ کے پاس گھبرائے ہوئے آئے۔ اور سارا ماجرا سنایا۔ خدیجہ نے اُن کو تسلی دی۔ اور کہا کہ بیشک تو پیغمبر خدا ہے۔ اور میں تم پر

لہ مسلمانوں کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ سب سے پہلے سورۂ علق کی یہی ۵ آیت حضرتؐ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور یہ پہلی دفعہ تھی کہ حضرت نے جبرئیل فرشتہ کو دیکھا۔ مگر بعض مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ فرشتہ کوئی نہیں آیا۔ صرف اُن کے دل ہی میں یہ القا ہوا تھا اور خود بخود اُن کی زبان سے۔ پانچ آیتیں نکلی تھیں ✤

ایمان لاتی ہوں۔ اور اُس نے اُسی دن سے بُت پرستی چھوڑ دی +
خدیجہ کا ایک چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل تھا۔ اُس نے
یہ حال اُسے سُنایا۔ وہ بھی محمدؐ صاحب پر ایمان لے آیا۔ پھر
علیؓ ابن ابی طالب جو ابھی نہایت نوعمر تھا ایمانداروں کے
اِس مختصر گروہ میں شامل ہؤا۔ محمدؐ صاحب اکثر خدیجہ اور علیؓ کو
اپنے ساتھ لے کر مکّہ کے گرد و نواح کے سُنسان پہاڑوں میں
چلے جاتے اور وہاں یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے۔ ایک دفعہ
کا ذکر ہے۔ کہ جب وہ عین عبادتِ الٰہی میں مشغول تھے۔ تو علیؓ
کا باپ ابوطالب وہاں آپہنچا۔ اور اس نے محمدؐ صاحب سے کہا۔
"اے میرے بھائی کے بیٹے۔ بتا۔ تو کس مذہب پر چلتا ہے؟"
محمدؐ صاحب نے کہا۔ مذہب خدا کا ہے۔ اُس کے فرشتوں کا۔
اُس کے پیغمبروں کا اور ہمارے دادا ابراہیمؑ کا۔ خدا نے
مجھے اس غرض سے لئے پیدا کیا ہے۔ کہ میں اُس کے بندوں
کو جو راہِ راست سے پھر گئے ہیں راہِ حق پر لاؤں۔ اَے
چچا جان آپ بھی اس کام کے لائق ہیں۔ مناسب ہے کہ میں آپ کو
بھی راہِ حق کی طرف بُلاؤں۔ اور آپ اس کو قبول کر کے اُس کے
پھیلانے میں میری مدد کریں۔ لیکن ابوطالب نے کہا کہ میں اپنے
آباؤ اجداد کا دین چھوڑنا نہیں چاہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔ کہ
جب تک میں جیتا رہوں گا تیرا بال بیکا نہ ہونے دوں گا۔
پھر ابوطالب نے اپنے بیٹے علیؓ سے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے؟

ہوں۔ اور اس کا ساتھ دوں گا۔ تب ابوطالب نے کہا۔ جاؤ اُن کے ساتھ رہو۔ وہ ہمیشہ تم کو راہِ حق کی طرف بلائیگا ؂

اس کے بعد آزاد شدہ غلام زید نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کے چند روز بعد ابوبکر ایمان لائے۔ اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ ۴۳ برس کی عمر تک محمدؐ صاحب چپکے چپکے لوگوں کو بُت پرستی سے منع اور دین برحق کی دعوت کرتے رہے آخر کار ایک روز اُنھوں نے اپنے سب رشتہ داروں اور قبیلہ کے لوگوں کو اپنے گھر بلایا اور اس جلسۂ عام میں برملا دعوتِ اسلام کی۔ اس طریقِ عمل سے لوگوں نے بہت بُرا مانا۔ اور اس دن سے مخالفت کا دروازہ کھل گیا۔ ابوطالب کی بہت ہنسی اُڑائی گئی۔ مگر اس ہنسی اور طعن و تشنیع نے محمدؐ صاحب کی ہمّت بالکل نہ توڑی۔ بلکہ اُنھیں یقین ہوگیا کہ زیادہ ہمّت اور تن دہی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے کمرِ ہمت باندھ کر اپنے تئیں ہمہ تن راہِ خدا میں ڈال دیا۔ اور ہر روز سربازار وعظ و نصیحت کرنی شروع کی۔ اور بُت پرستی کی اس قدر تضحیک و توہین کی کہ قریش نے سخت تنگ آکر ابوطالب سے شکایت کی۔ اور کہا کہ ہم کو آپ کا لحاظ ہے۔ ورنہ ہم اس بے عقل۔ بے دین دیوانے کو ابھی جان سے مار ڈالتے۔ اگر آپ اس کی حمایت کرتے ہیں۔ تو آؤ پھر لڑ کر

فیصلہ کریں۔ ابوطالب نے اُن کو ٹال دیا۔ مگر محمدؐ صاحب سے بُلا کر کہا۔ کہ بیٹا اس کام سے باز آؤ۔ محمدؐ صاحب نے جب دیکھا کہ اب یہ میری مدد کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ تو انھوں نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔ مگر جب تک میرے دم میں دم ہے۔ میں اس کام کو نہیں چھوڑونگا محمدؐ صاحب نے نہایت دردبھرے دل سے گفتگو کی۔ اور گفتگو کرتے وقت ان کا دل بھر آیا اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔

ابوطالب پر اس کیفیت کا بہت اثر ہوا۔ اور اس نے محمدؐ صاحب کو جو مایوس ہو کر چلے گئے تھے پھر بُلا کر کہا۔ کہ اچھا جو تمھاری مرضی ہو سو تم کرو۔ میں تمھارا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑونگا محمدؐ صاحب نے اب زور شور سے وعظ و نصیحت اور بت پرستی کی بیہودگی ظاہر کرنی شروع کی۔ مگر قریش پر اس کا کوئی مفید اثر نہ ہوا۔ وہ اور مخالفت پر کمربستہ ہوئے۔ خوش قسمتی سے ابوطالب کا لحاظ اور بعض عزیزداروں کی عزیزداری کام دیگئی اور دشمنوں کو بالکل ناکامی ہوئی۔

اس کے بعد قریش نے سوچا۔ کہ آؤ محمدؐ صاحب کو کوئی زبردست دُنیاوی لالچ دے کر اس کام سے باز رکھیں۔ چنانچہ ایک شخص محمدؐ صاحب کے پاس گیا۔ اور اُن سے یہ کہا۔ آپ بڑے خاندانی اور لائق معزز شخص ہیں۔ مگر آپ نے ہم میں ناحق نفاق ڈال دیا ہے۔ آپ ہمارے بتوں اور معبودوں کی تضحیک کرتے

ہیں۔ اور ہمارے آباؤ اجداد کو مشرک و گمراہ بتاتے ہیں۔ ہم آپ سے ایک التجا کرتے ہیں۔ آپ سنئے غور کیجئے کہ وہ قابل پسندیدگی ہے یا نہیں۔ محمدؐ صاحب نے کہا۔ کہو۔ وہ بولا کہ اگر آپ کی غرض مال و دولت اور جاہ و حشمت جمع کرنے سے ہے۔ تو ہم سب ملکر اس قدر خزانہ جمع کر دیتے ہیں۔ کہ ہمارے ملک میں کسی کے پاس اس قدر دولت نہیں ہوگی۔ اگر آپ اپنے آپ کو بڑا اور صاحب رتبہ بنانا چاہتے ہیں۔ تو ہم آپ کو اپنا سردار اور پیشوا بنا لیتے ہیں۔ اور آپ کی مرضی کے بغیر ہرگز کوئی کام نہیں کیا کرینگے۔ اور اگر آپ کو سلطنت کی ضرورت ہے۔ تو ہم آپ کو اپنا سلطان بنانے کو تیار ہیں۔ اگر خدانخواستہ وہ جنّ جو آپ کے سر پر سوار ہے۔ کسی طرح بھی راضی نہیں ہوتا۔ تو ہم کو اجازت ہو کہ ہم کاہنوں کو بلائیں کہ وہ تدابیر مناسب عمل میں لائیں۔ اس پر جو خرچ ہوگا وہ ہم دیں گے*

جب وہ قریشی قاصد قوم کا پیغام سنا چکا۔ تو محمدؐ صاحب نے اس کے جواب میں قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

"یہ پیغام خدائے رحمان ورحیم کا ہے۔ یہ نوشتہ پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کی آیتیں نہایت سلیس اور واضح ہیں۔ اور تمہاری مادری عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کے لئے بخوبی بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ نوشتہ خوشنودی خدا کی خوشخبری سنانے اور

عذاب الٰہی کا خوف دلانے والا ہے + پر افسوس لوگ اس سے اپنا مُنہ موڑتے اور کان ہٹاتے ہیں۔ وہ بڑی شیخی میں آکر کہتے ہیں۔ کہ جس بات کی طرف تُو ہمیں بُلاتا ہے۔ وہ بات ہمارے دلوں تک ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ ہمارے دل پردوں کے اندر محفُوظ ہیں۔ اور ہمارے کان ایسی باتوں سے بہرے ہیں تیرے اور ہمارے درمیان بڑا بھاری حجاب ہے۔ پس تُو جو جی چاہے کر ہم سمجھ لیں گے +

اے پیغمبر تُو انہیں کہہ دے کہ میں تو بالکُل تمہاری طرح ایک معمولی اِنسان ہوں۔ صرف اتنی بات ہے کہ مجھے یہ **پیامِ الٰہی** پہنچا ہے۔ کہ تمہارا معبُود ایک خدائے برحق ہے۔ تُم اُسی کی طرف اپنا دل لگاؤ۔ اور اُسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو۔ بربادی اور تباہی ہے اُن لوگوں کے لئے جو مخلوق کو معبُود کا رُتبہ دیتے ہیں۔ راہِ خدا میں کچھ خرچ نہیں کرتے۔ اور دوسری زندگی پر ایمان نہیں رکھتے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ اور جن لوگوں نے پاکیزہ کاموں سے نئی زندگی اختیار کی ہے۔ انہیں بے اِنتہا خوشی کی زندگی ملنے والی ہے" +

قریش کے قاصد نے جب یہ الفاظ سُنے۔ اور جوش بھرے دل کی کیفیّت دیکھی۔ تو اُس پر بزرگانہ رُعب چھا گیا۔ وہ مُنہ سے ایک لفظ نہ بول سکا۔ وہ حیران و ششدر ہوکر اپنے رفیقوں کے پاس گیا اور جو کیفیت اس پر گزری تھی وہ کہہ سُنائی +

جب قریش اپنے اس حیلہ میں بھی کامیاب نہ ہوئے تو اُنھوں نے مسلمانوں کو بے انتہا اذیتیں اور تکلیفیں پہنچانی شروع کیں۔ عزیزوں کا بھی لہو سفید ہو گیا۔ سگا چچا ابُولہب دشمنِ جانی بن گیا۔ چچی کا یہ حال کہ جنگل کے کانٹے اور گوکھرو سمیٹ لاتی۔ اور جن جن راہوں سے بھتیجا گزرتا وہاں وہ گوکھرو اور کانٹے بکھیر دیتی۔ محمدؐ صاحب کے پاؤں زخمی ہو جاتے۔ وہ بیٹھ جاتے اپنے پاؤں سے بھی کانٹے نکالتے۔ اور راستے میں سے بھی دُور کرتے کہ اَور چلنے والے بھی اس اذیّت سے بچیں ۵

مے ریختند در رہ تو خار و باہمہ چوں گُل شگفتہ بُود رُخِ جانفزائے تُو

آپ جب وعظ کہنے کھڑے ہوتے اور قرآن مجید پڑھتے تو لوگ غُل مچاتے کہ کوئی شخص ان کی بات نہ سُن سکے۔ آپ کو کہیں کھڑا نہ ہونے دیتے۔ اور جب وہ تنگ ہو کر چلے جاتے تو ان پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے یہاں تک کہ آپ کے ٹخنے اور پنڈلیاں زخمی ہو جاتیں اور خُون بہنے لگتا ✣

ایک دفعہ چند دشمنوں نے اُنھیں تنہا پا کر پکڑ لیا۔ اور ان کے گلے میں پٹکا ڈال کر اُسے مروڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ اُن کی جان نکل جائے کہ اتّفاق سے ابُوبکر آ نکلے۔ اور انھوں نے بڑی مشکل سے چھڑایا۔ اس پر ابوبکر کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے ✣

قریش کا مسلمانوں کو ایذائیں دینا۔

حضرت کے اوپر جو ظلم ہوتا تھا اُسے جس طرح بن پڑتا تھا۔ وہ برداشت کرتے تھے۔ مگر اپنے رفیقوں کی مصیبت دیکھ دیکھ کر اُنہیں بھی تاب نہ رہتی تھی۔ اُن غریب مومنوں پر ظلم وستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ لوگ اُنہیں پکڑ کے جنگل میں لے جاتے اور برہنہ کر کے شدّت کی دُھوپ میں جلتی تپتی ریت پر لٹا دیتے۔ اور اُن کی چھاتیوں پر پتھر کی سلیں رکھ دیتے۔ گرمی کی آگ سے تڑپتے مارے بوجھ کے زبان باہر نکل پڑتی۔ بہتیروں کی جانیں اس عذاب میں نکل گئیں۔ بہتیرے اپنے آپ میں ان آفتوں کی برداشت کی طاقت نہ پا کر نہایت لاچاری سے دین کو چھوڑ بیٹھے۔ انہیں مظلوموں میں ایک شخص **عمار** تھا جسے اِس حوصلہ وصبر کی وجہ سے جو اس نے ظلموں کی برداشت میں ظاہر کیا حضرت عمار کہنا چاہیئے۔ اُن کی مشکیں باندھ کر اُنہیں پتھریلی تپتی زمین پر لٹاتے تھے۔ اور اُن کی چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے۔ اور حکم دیتے تھے۔ کہ محمدؐ کو گالیاں دو۔ یہی حال اُن کے بڈھے باپ کا کیا گیا۔ اس مظلوم کی بی بی سے جس کا نام سمیہؓ تھا ظلم نہ دیکھا گیا اور وہ عاجزانہ فریاد زبان پر لائی۔ اس پر وہ بیگناہ ایماندار عورت جس کی آنکھوں کے رُوبرُو اُس کے شوہر اور جوان بچے پر ظلم کیا جاتا برہنہ کی گئی۔ اور اُسے سخت بیحیائی سے ایسی تکلیف دی گئی جس کا بیان کرنا بھی داخل شرم ہے۔ آخر اس عذاب شدید میں تڑپ تڑپ کر اس ایماندار بی بی کی جان

نکل گئی ✤

غرض ان ایمان داروں پر عذاب کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم کیا گیا۔ اور عجب مصیبت میں ان بیچاروں کی جان پھنس گئی۔ محمدؐ صاحب اپنی آنکھوں سے ان بیچاروں پر یہ ظلم ہوتا دیکھتے تھے۔ اُن کا جگر مظلوموں کی ہمدردی میں پاش پاش ہوتا۔ مگر کچھ نہ کر سکتے تھے ✤

مسلمانوں کا ترکِ وطن کر کے ابی سینیا کی طرف ہجرت کر جانا۔

مومنین کی یہ دردناک حالت دیکھ کر اور اپنے میں حفاظت اور مقابلے کی طاقت نہ پا کر آپ نے اُنھیں یہ صلاح دی۔ کہ تم نے راہِ خدا میں قدم رکھا ہے۔ تو ان تکلیفوں سے نہ گھبراؤ۔ اور اللہ کا نام لے کر ابی سینیا کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ اُن کے کہنے کے بموجب چند قبیلوں کے لوگ جو اپنی جان سے بھی تنگ تھے مع اپنے عیال واطفال کے اپنا گھر بار چھوڑ کر ابی سینیا کو روانہ ہو گئے۔ اور اُن کے بعد اَور بہت سے لوگوں نے ترک وطن اختیار کیا۔ یہ جلاوطنی جسے مسلمانوں نے ہجرت کے نام سے موسُوم کیا۔ پانچویں سال نبوت مطابق سنہ ۶۱۵ء وقوع میں آئی ✤

جب قریش کو یہ خبر پہنچی کہ مسلمان ملک حبشہ کو ہجرت کر گئے ہیں۔ تو اُنھوں نے وہاں تک اُن کا تعاقب کیا۔ اور نجاشی شاہِ ابی سینیا کی خدمت میں پہنچے۔ اور بعض کی نسبت یہ بیان کیا کہ وہ ہمارے بھاگے ہوئے غلام ہیں۔ اور ہمیں ان کی گرفتاری کا حق حاصل ہے ✤

شاہِ حبشہ نے اِن جلا وطنوں کو اپنے رُوبرُو طلب کیا۔ اور اُن کے دشمنوں نے جو کچھ بیان کیا تھا وہ پیش کیا + تب جعفر ابن ابی طالب جو حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی تھے بادشاہ کی خدمت میں آگے بڑھے اور سب کی طرف سے اپنا حال یُوں عرض کیا :-

"اے عالیجاہ شاہ! ہمارا حال یہ ہے۔ کہ ہم جہالت اور گمراہی کے گڑھے میں گرے ہُوئے تھے۔ ہم بتوں کی پُوجا کرتے تھے۔ مُردار کھایا کرتے تھے۔ گندی فحش باتیں بکتے تھے۔ ہم میں کوئی انسانیت کی خوُبی نہ تھی۔ خداوند تعالےٰ نے جس کا فضل سارے جہان پر چھایا ہوا ہے۔ محمدؐ کو کہ اس پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ ہمارے لئے رسُول کرکے بھیجا۔ اُس کی شرافتِ نسب۔ راست گفتاری۔ صفا باطنی اور دیانتداری سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی ظاہر فرمائی۔ اور وہ اللہ کا یہ پیغام لے کر ہمارے پاس آیا کہ صرف ایک خدا پر ایمان رکھو۔ اس کی ذات وصفات میں اَور کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ۔ بُتوں کی پرستش مت کرو۔ راست گفتاری اپنا شعار ٹھیراؤ۔ امانت میں کبھی خیانت نہ کرو۔ اپنے تمام ابنائے جنس سے ہمدردی رکھو پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ عورت ذات کی عزّت کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ پاکیزگی اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔ خدا کی عبادت کرو۔ اس کی یاد میں کھانا پینا تک بھول

جاؤ۔ راہِ خدا میں غریبوں کی مدد کے لئے خیرات کرو ؛
اے بادشاہ یہ اُس رسول کی تعلیم ہے۔ ہم لوگ اس پر ایمان لائے ہیں۔ اور اُس کی تعلیم کو ہم نے قبول کر لیا ہے۔ خاص کر اس حکم کو کہ پتھر کے بیجان بتوں کی پرستش نہ کرو۔ بلکہ صرف خدائے واحد کی پرستش کرو۔ صرف اس ایمان لانے پر ہمیں وہ وہ ایذائیں دی گئی ہیں کہ ہمیں بال بچے۔ گھر بار تک چھوڑ کر جلا وطن ہونا اور راہِ غربت اختیار کرنا پڑا ہے۔ ہمیں اپنے دیس میں کہیں پناہ نہ ملی۔ آخر ہم سب پردیسیوں نے تیرے مُلک میں آکر پناہ لی ہے تیرے انصاف اور رحم سے ہمیں اُمید ہے۔ کہ تو ہم غریبوں پر ظلم نہ ہونے دیگا" ؛

جعفر نے اِس رقت بھرے دل سے اِس تقریر کو ادا کیا کہ **نجاشی** پر اس کا بہت اثر ہُوا۔ اور اس کا دل اُس رسُول عربی کی اَور تعلیم سُننے کا آرزومند ہُوا۔ اُس نے جعفر سے کہا کہ جو کلام تمہارے نبی پر اُترا ہے اُس میں سے بھی کچھ پڑھ کر سُناؤ۔ تب جعفر نے **سورۂ مریم** کی چند ابتدائی آیتیں ولادتِ مسیح کے باب میں پڑھ کر سُنائیں۔ اور جب وہ ان الفاظ پر پہنچے۔ کہ "اے مریم خوش ہو کر کھا پی۔ اور اس ننھے بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر" تو کلام کی خوبی۔ وقت کی کیفیت۔ صداقت کا اثر۔ نیک نیتی کا زور۔ ان سب چیزوں نے ایک عجب حالت طاری کر دی۔ نیک دل شاہ حبش کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اور

دل سوزاں - وہ بول اُٹھا کہ "یہ اُسی نور کی شعاعیں ہیں جس کا جلوہ مُوسٰے پر ہوا تھا"۔ یہ کہکر اُس نے صاف انکار کر دیا - کہ یہ مظلوم قریش کے سفیروں کو حوالے نہیں کئے جا سکتے - اور سفیرانِ قریش کو ناکام رُخصت کیا - اور ان مومنینِ عرب کو نہایت خوشی سے اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی ؛

نجاشیؔ کو اِس نئے دین میں بے اختیار دلچسپی پیدا ہوگئی - کلامِ پاک کے الفاظ کچھ ایسے مناسب وقت میں اُس کے رُوبرُو پڑھے گئے تھے کہ اُس کے دل میں کھُب گئے - وہ جعفر کو رُخصت کر دیتا تھا - پھر تنہائی میں سوچتا تھا تو اُس کے دل میں کشمکش شروع ہوتی تھی - وہ جعفر کو پھر بُلاتا اور اپنے عقیدے کا اُس کے عقیدے سے مقابلہ کرتا تھا - بار بار پُوچھتا تھا - کہ تُم مسیح کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ جعفر کہتے کہ وہ برگزیدہ بندۂ خدا تھا - جسے اللہ نے اپنا نبی اور رسول بنا کر بنی اسرائیل کے لئے بھیجا ؛

ان تمام تقریروں اور مباحثوں کے بعد نجاشیؔ صداقت کا قائل ہؤا - اور کہا کہ اگر مُہماتِ شاہی مُہلت دیتیں تو مَیں خُود عرب کو چلتا اور اُس شاہِ عرب کا چاکر بنتا ۵

ادھر جب مسلمانوں نے اپنی جان بچا کر ابی سینیا میں پناہ لی - تو اُدھر محمدؐ صاحب اکیلے قریش میں وعظ نصیحت کرتے رہے اُنھوں نے محمدؐ صاحب کو ایسا تنگ کیا - کہ جب وہ کھانا کھانے

بیٹھتے۔ تو وہ کوڑا کرکٹ اُٹھا کر اُن کے کھانے میں گرا دیتے۔ مگر وہ اللہ کے عاشق ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے ذرا بھی نہ جھجھکتے۔ اور اپنے کام پر ثابت قدم رہے۔ ایذاؤں سے۔ دشمنیوں سے۔ مال و دولت کے لالچ سے۔ غرض ہر طرح اُن کی راہ میں مشکلات پیدا کیں۔ مگر وہ اپنے ارادہ سے نہ ہٹے۔ ان مصیبتوں اور آفتوں کو برداشت کرتے کرتے ہی اُنھوں نے یہ نئی کامیابی حاصل کی۔ کہ اُن کا چچا حمزہ اور مکّہ کے ایک مشہور اور صاحب رسوخ شخص جن کا نام عُمر تھا ایمان لائے۔ عمر کے ایمان لانے کا قصّہ بہت دلچسپ ہے۔ کہتے ہیں کہ جب قریش مسلمانوں پر ظلم کرتے کرتے تھک گئے۔ اور آنحضرت کے استقلال اور ثابت قدمی میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ کہ ایک روز ایک شخص نے جس کا نام اہل اسلام نے اُس کی جہالت کی وجہ سے ابوجہل رکھا ہے اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کرکے نہایت ملامت آمیز تقریر سے اُنہیں شرمندہ کیا۔ اور کہا کہ تمہیں ڈوب مرنا چاہیئے۔ کہ تمہارا دین اس طرح بدنام کیا جائے۔ اور تمہارے معبودوں کو گالیاں دی جائیں اور تمہارے بزرگ جہنّم کی آگ کا ایندھن قرار دئے جائیں اور تم پر اثر نہ ہو۔ کیا یہ سخت بے غیرتی اور ذلّت کی بات نہیں کہ ہم سُست بیٹھے رہیں۔ اور اس ایک شخص کا جس نے اکیلے ہماری قوم میں آفت مچا رکھی ہے کچھ تدارک نہ کر سکیں؟ مجھ سے یہ ذلت نہیں دیکھی جا سکتی۔ میں اِس بھری

عمر کی مسلمانی

مجلس میں اشتہار دیتا ہوں کہ تم میں سے جو کوئی محمدؐ کو قتل کرے میں سو اونٹ نہایت اعلےٰ قسم کے اُسے اس قومی خدمت کے لئے انعام دونگا" ٭

عمرؓ نے جس کی بہادری اور شجاعت اور آنحضرتؐ ... تمام قریش میں مشہور تھی اُٹھ کر کہا۔ کہ اس وعدہ کو پورا کرنے کا مجھے پختہ قول دو۔ میں اس مُہم کو سر کر کے دکھلاؤنگا ابوجہل عمرؓ کو کعبہ میں لے کر گیا۔ اور ہُبل کے آگے جو قریش کا سب سے بڑا بُت تھا اپنے وعدہ کے پورا کرنے کی سخت قسم کھائی۔ عمرؓ نے بھی اسی طرح اس بُت کے رُوبرُو عہد کیا۔ کہ میں بھی جب تک اس دشمنِ قوم کو قتل نہیں کرلونگا آرام سے نہیں بیٹھونگا اور تلوار ہاتھ سے نہیں رکھوں گا ٭

یہ کہ کر عمرؓ نے آنحضرتؐ کے مکان کی طرف رُخ کیا۔ آپ اُن دنوں اپنی نشست اپنے ایک دوست ارقم کے ہاں رکھتے تھے وہ مکان اچھی گنجایش کا تھا۔ وہاں سب مظلوم مومنین جمع ہوجاتے عبادت کرتے۔ اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں کرتے۔ اس روز بھی حسب معمول یہ لوگ جمع تھے۔ دروازے کی کنڈی بند کر رکھی تھی اور سب مومنیں اس انعام قتل کی خبر سے جو ان کو کسی طرح پہنچ گئی تھی دہشت زدہ بیٹھے تھے ٭

عمرؓ نے خونخوار تلوار ہاتھ میں لئے آنحضرتؐ کے قتل کے لئے قدم اُٹھایا۔ راستے میں کوئی دوست مِلا۔ اور اس نے پوچھا کہ

اس تیز قدمی کے ساتھ کہاں کی چڑھائی ہے؟ عمر نے سارا ماجرا سُنایا۔ اس شخص نے کہا کہ اے عمر! تُو اسلام کی جڑ کاٹنا اور اس کے بانی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ مگر تجھے یہ خبر نہیں کہ خُود تیری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔۔ تجھ کو چاہئے کہ پہلے ان کو قتل کرے۔ اگر تجھ میں کچھ انصاف اور غیرت ہے تو پہلے اپنے گھر کی خبر لے۔ یہ سُن کر عمر کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اس نے پہلے اپنی بہن کی ہی صفائی کرنی ضروری جانی۔ وہ فوراً اپنی بہن کے دروازے پر پہنچا۔ دروازہ بند تھا اور اُس کی بہن اور بہنوئی آنحضرتؐ کے ایک رفیق سے جن کا نام **خباب** تھا قرآن مجید سُن رہے تھے۔ عمر نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ بہنوئی نے خباب کو جھٹ کسی کونے میں چھپا دیا۔ بہن نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ اور بھائی کو آگ بگولا دیکھ کر ڈر گئی ۔

جب بہن نے بھائی کو اپنے قتل پر آمادہ پایا۔ تو بولی کہ بھائی! جس چیز کو سُن کر ہم نے اپنا دین بدلا ہے۔ للہ وہ چیز تم بھی سُن لو۔ اگر اُس کا اثر تمہارے دل پر نہ ہو۔ تو تمہیں اختیار ہے۔ کہ مجھے اور میرے شوہر کو قتل کر ڈالو ۔

عمر بہن کی یہ بات سُن کر متعجّب رہ گئے۔ اور کہا کہ اچھا لاؤ وہ چیز مجھے سُناؤ۔ اُسی وقت خباب کو اندر سے بُلا لائے۔ اور درخواست کی کہ وہ کچھ قرآن مجید پڑھ کر سُنائیں۔ خباب نے سُورۂ طٰہٰ پڑھنی شروع کی جس کے شروع کی چند آیات کا ترجمہ یہ ہے :۔

اللہ کے نام سے جس کی رحمت اور مہربانی کی کوئی انتہا نہیں ٭
طٰہٰ۔ ہم نے قرآن تجھ پر اس لئے نازل نہیں کیا۔ کہ تو دُکھ پائے
یہ تو خدا سے ڈرنے والوں کے لئے صرف نصیحت ہے۔ اس کے
پاس سے اُترا ہے۔ جس نے زمین اور اُونچے اُونچے آسمانوں کو
پیدا کیا۔ وہ رحمت والی ذات۔ جس کا عرشِ بریں پر راج ہے۔ وہ
ہی خالق و مالک ہے ہر چیز کا جو آسمانوں پر ہے۔ جو زمین میں ہے
جو ان کے درمیان ہے۔ اور جو اس کُرّہ خاک کے تلے ہے۔ اے
انسان تو مُنہ سے بول یا نہ بول۔ وہ بھیدوں کو اور بھیدوں سے
بھی زیادہ چھُپی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ ہی تمام کائنات کا خدا ہے
اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ دُنیا میں ہر ایک خوبی اور نیکی اُسی کے
نام کی ہے۔ اللہ کا نام سچّا اور سب جھُوٹا ہے جتن ٭
تو نے موسٰے کی بات بھی سُنی ہے؟ جب اسے دُور سے
آگ دکھائی دی۔ تو اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ کہ تم ذرا ٹھہرو
مجھے آگ سی دکھائی دی ہے۔ میں شاید وہاں سے تمہارے لئے
ایک چنگاری لاسکوں۔ یا وہاں الاؤ پر کوئی ہو۔ تو اُس سے راہ کا
پتہ پُوچھوں۔ جب موسٰے پاس آیا۔ تو اُسے ندا آئی۔ اے مُوسے
یہ تو میں تیرا پروردگار ہوں۔ اپنی جوتیاں نکال ڈال۔ دیکھ تُو وادیٔ
مُقدّس کی زمین پر کھڑا ہے۔ میں نے تجھے برگزیدہ کیا۔ تجھے جو حکم
وحی سے دیا جائے۔ اُس کو کان لگا کر سُن۔ اس بات کو تحقیق جان
کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ سو تو میری ہی عبادت

کرنا۔ اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھنا۔ وہ گھڑی آنے کو ہے۔
جو مَیں نے سب لوگوں سے چھپا رکھی ہے۔ وہ جزا کی گھڑی
ہے۔ جب کہ ہر روح جیسا کریگی ویسا بھریگی۔ دیکھ وہ شخص جسے
اس پر یقین نہیں آتا۔ اور جو اپنی نفسانی خواہش کا غلام بن
رہا ہے۔ کہیں تجھے راہِ حق سے نہ روک دے۔ اور تیری تباہی
کا باعث نہ ہو جائے" وغیرہ وغیرہ +

عمر نے ہر چند کوشش کی۔ کہ اس کلام کا اثر ان کے دل پر
نہ ہونے پائے۔ مگر ایسا ہونا اُن کی طاقت اور شجاعت سے باہر
تھا۔ ایک ایک آیت ان کے دل پر نشتر کا سا کام دے رہی تھی +

عمر جنہیں ہم آیندہ حضرت عمر کہیں گے یہ کلام سُن کر بیخود ہو گئے۔
اور ان کو بے اختیار ہو کر کہنا پڑا۔ یہ انسانی کلام نہیں۔ یہ کچھ اَور
چیز ہے! اور درخواست کی مجھے جلد آنحضرتؐ کی خدمت میں لیچلو۔
چنانچہ خباب اُن کے ہمراہ ہوئے۔ اور وہ جھٹ ارقم کے گھر پر
پہنچے۔ جہاں مسلمان قتل کی خبر سے نہایت خوف زدہ ہوئے بیٹھے
تھے۔ عمر کے دروازہ کھٹکھٹانے سے وہ لوگ کانپ گئے۔ اور
نہیں چاہتے تھے کہ دروازہ کھولیں۔ آنحضرتؐ نے خود اُٹھ کر دروازہ
کھولا۔ اور قبل اس کے کہ انہیں دیکھیں فوراً اُن کے مُنہ سے
نکلا کہ اے عمر تم کب تک ہمارے دشمن بنے رہو گے؟ مگر اُس وقت
شجاع عمر کی کیا کیفیت تھی؟ تلوار ان کے گلے میں اسی طرح پڑی ہی
تھی جس طرح بے ہتھیار ہارے دشمن کی آنکھوں سے آنسو رواں

تھے - چاہا کہ قدموں پر گر پڑیں - حضرتؐ نے گلے سے لگا لیا - اور اس قدر جوش محبّت سے بغلگیر ہو کر ملے - اور اس محبّت سے اُن کی پیشانی پر بوسہ دیا - جس طرح کوئی مدّتوں کے بچھڑے ہوئے سگے بھائی ایک دوسرے سے ملتے ہیں ٭

تمام مسلمانوں میں یہ خوشی کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی - جو مظلوم اپنے گھروں میں خوف زدہ بیٹھے تھے - جن بچّوں کے ماں باپ - جن بیویوں کے شوہر - جن بیواؤں کے سرپرست جلاوطن ہو کر پردیس کو نکل گئے تھے - ان کی جان میں جان آئی ٭

ابوطالب اور خدیجہ کی وفات

لیکن افسوس ! جس قدر خوشی اِن دو شخصوں کے ایمان لانے سے مسلمانوں کو ہوئی تھی - اس سے زیادہ قلق یہ ہوا کہ آنحضرتؐ کے سرپرست چچا اور اُن کی غمخوار بیوی خدیجہ دونوں نے اسی سال عالمِ بقا کی راہ لی - یہ دونوں موتیں آنحضرتؐ کے لئے صدمۂ عظیم تھا - اب محمدؐ صاحب کا کوئی ایسا حامی نہ رہا - جو ان کو قریش کے حملوں سے پناہ دیتا - اور کوئی ایسا محبّ نہ تھا جسے وہ اپنا رازِ دل بتلاتے اور وہ ان کو تشفّی و تسلّی دیتا - غرض محمدؐ صاحب کو ان دونوں کی موت نے بہت بیکس کر دیا - مگر جس قدر اُن کی بیکسی بڑھتی جاتی تھی - اُتنا ہی اُن کو خدا پر بھروسہ بڑھتا جاتا - انہیں یقین کامل تھا کہ وہ ہر حال میں میرا مددگار ہے - اور جو کچھ وہ کرتا ہے - ہمارے اور اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کرتا ہے - اُس سے اُن کا دل بڑھتا جاتا تھا - اور وہ پھر اپنے کام کو شروع کرتے - مگر

جب قریش بہت ہی تنگ کرتے تو پھر بمقتضائے بشریت اپنے چچا ابو طالب اور اپنی پیاری بیوی خدیجہ کو یاد کرتے +

مجبور ہو کر طائف کو جانا اور وہاں سے بھی نکالا جانا +

جب ابو طالب کے مرنے کے بعد قریش نے اُن کو بہت ہی تنگ کیا۔ اور وہ بھی اُن کو راہِ راست پر لانے سے مایوس ہو چکے تو اُنھوں نے یہ ٹھانی کہ آؤ اس شہر سے طائف میں چلیں۔ اور وہاں کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں۔ چنانچہ وہ زید ابن حارث کو اپنے ساتھ لے کر طائف کو گئے۔ تقدیر کی بات وہاں کے لوگ اُن کے وعظ سے ایسے برافروختہ ہوئے کہ اُنھوں نے ان کو وہاں ٹھیرنے تک کی اجازت نہ دی۔ اور پتھر۔ روڑے اور اینٹیں مار مار کر اور لڑکے پیچھے لگا کر اُسی وقت شہر سے نکال دیا۔ اُن کے پاؤں ٹخنے پنڈلیاں پتھروں سے زخمی ہو گئیں۔ وہ بیچارے تھکے ماندے شہر سے کچھ فاصلے پر کھجوروں کے درختوں کے نیچے آکر بیٹھے۔ پنڈلیوں کا خون پونچھتے جاتے تھے اور آبدیدہ ہو کر اپنے خدا کی درگاہ میں نہایت عاجزی سے دُعا کرنے لگے +

کہ "اے خداوند میں اپنے ضعف و ناتوانی اور مصیبت و پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں؟ مجھ میں صبر کی طاقت اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی مشکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ میں سب لوگوں میں ذلیل و رسوا ہو گیا ہوں اے خداوندِ عالم تیرا نام ارحم الراحمین ہے۔ عاجزوں کی عذر پذیری اور مظلوموں کی دستگیری تیری خاص صفت ہے۔ اے پروردگار

تو ہی ہر شکستہ حال کا مددگار ہے۔ اور یہ عاجز تیری عنایت اور مدد کا ہردم امیدوار۔ میں نہایت تقصیروار ہوں۔ لیکن اے رحیم تیرا رحم میری تقصیروں سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ تیری رحمت کا نور دین و دُنیا کی تاریکیوں کو دُور کرنے والا ہے۔ یہ طاقت تیرے سوا اور کسی میں نہیں"۔

لاچار آنحضرت کو طائف سے نہایت ناکامی کے ساتھ واپس آنا پڑا۔ اُن کے واپس آنے سے پہلے مکہ میں یہ خبر پہنچ گئی تھی۔ کہ اہل طائف نے محمدؐ کو دھکے دے کر اپنے شہر سے نکال دیا۔ اور لڑکوں تک نے انہیں پتھر مارے۔ اور ان کا تعاقب کیا۔ اس خبر کو کفارِ مکہ نے بہت رنگ آمیزی سے بیان کیا۔ اور تیاریاں کیں کہ اب اگر محمدؐ مکہ میں بھی واپس آئے۔ تو اسے شہر میں ہرگز نہ گھسنے دو۔ آنحضرت کو بھی یہ خبریں پہنچ گئیں۔ اور وہ ان خطرناک حالات میں مکہ میں داخل ہوتے ہوئے جھجکے۔ آپ نے بعض اپنے پرانے واقفکاروں ہموطنوں کے پاس پیغام بھیجے۔ کہ کیا تم مجھے اپنی پناہ میں لے سکتے ہو۔ میں تمہیں اپنا دین اختیار کرنے کے لئے مجبور نہیں کرتا۔ لیکن صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے کلامِ الٰہی کے سُنانے کی اجازت مل جائے۔ اور وہ کلام لوگوں کے کانوں تک پہنچ جائے۔

سب دوستوں اور عزیزوں نے نہایت بے مُروّتی اور تنگدلی سے پناہ دینے سے بالکل انکار کیا۔ لیکن ایک عرب جس کا

نام مُطعِم بن عدی تھا - باوجود اختلافِ مذہب کے غیرتِ قومی اور وطنی ہمدردی کے جوش میں آکر آگے بڑھا - اور سب قوم کو یہ کہہ کر شرمندہ کیا - کہ اے میرے ہموطنو ہمارا مُلک حُبّ وطنی اور مہماں نوازی میں ہمیشہ سے دور و نزدیک مشہور رہا ہے - کیا یہ شرافت کا شیوہ ہے - کہ ہم ایک شریف النّسل بھائی کے ساتھ اس قسم کی بے دردی کریں - کہ وہ اپنے گھر میں بھی آنے کی اجازت نہ پائے - یہ کہہ کر مُطعِم ایک اُونٹ پر سوار ہُوا - اور مکّہ کی آبادی میں آکر اُس نے اُونٹ پر بیٹھے بیٹھے للکار کر آواز دی - کہ اے قوم قریش کے لوگو سُن لو - آج سے میں نے محمدؐ کو اپنی پناہ میں لیا ہے - اب جو شخص اُس کا دشمن ہوگا - وہ میرا دشمن ہوگا - سب لوگوں نے بڑی تشویش اور گھبراہٹ سے پُوچھا - کہ تُو نے اُس کا دین تو اختیار نہیں کر لیا؟ اُس نے کہا کہ ہرگز نہیں - مجھے اس کے دین سے کچھ سروکار نہیں ہیں اس کا دین اختیار کروں تو بیشک تم مجھے قتل کر ڈالو ؞

یہ کہہ کر مُطعِم اور اُس کے خاندان کے لوگ آنحضرتؐ کو اپنی نگہبانی میں شہر میں لے آئے - آپ نے درخواست کی کہ مجھے تھوڑی دیر کے لئے حرمِ کعبہ کی زیارت اور طوّاف کی اجازت ملے - اُن خداترسوں نے انہیں وہاں پہنچا دیا - اور جب تک وہ بیت اللہ کا طواف کرتے رہے - یہ خداترس ہموطن آپ کی حفاظت کرتے اور بھیڑ کو روکے رہے - کہ آنحضرتؐ پر کوئی حملہ نہ ہونے پائے -

طوافِ کعبہ کر کے آنحضرتؐ گھر کو تشریف لے گئے۔ اور جب پھر وعظ کرنے نکلے تو لوگوں نے اس روز اُن کے ساتھ ہی مُطعِم کو بھی ایسی ایسی بیہودہ باتیں بکیں کہ آنحضرتؐ کے اخلاق و ہمدردی نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ وہ مُطعِم کی پناہ میں رہ کر اُسے بھی مطعون خلائق کرائیں۔ دوسرے روز اُنھوں نے باہر آکر پبلک میں بآوازِ بلند کہدیا کہ بھائیو اب میں مُطعِم کی پناہ میں نہیں ہوں۔ میری جائے پناہ میرا خدا ہے۔ اس کی پناہ اور اُس کی نگہبانی میرے لئے کافی ہے۔ کوئی شخص میری وجہ سے مُطعِم کو نہ ستائے۔ آنحضرتؐ مُطعِم کی پناہ سے نکل کر بانکل نڈر دینِ حق کے پھیلانے میں رات دن کوشش کرتے اور ہتیلی پر جان لئے پھرتے تھے۔ مشرکین مکّہ سے بھی جہاں تک ہوسکتا تھا ایذا دہی اور مخالفت میں کوئی کسر نہ رکھتے تھے۔ انھوں نے زیادہ تر یہ کوشش شروع کی۔ کہ کوئی نیا آدمی محمدؐ سے ملنے اور ان کی بات سُننے نہ پائے۔ وہ اُن کے وعظ کے وقت شور وغل مچاتے۔ اور لوگوں کو اُن کی بات نہ سننے دیتے تھے ٭

ان ایام میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے صداقت کی قُوّت کا ایک موثر سبق حاصل ہوتا ہے۔ ایک شخص طفیل بن عمر قبیلۂ دوس کا مُعزّز رئیس کسی کام کے لئے اپنے شہر سے مکّہ میں آیا۔ مکّہ کے رؤسا اُس کے استقبال کو گئے۔ اور نہایت اکرام و احترام سے اسے اپنے شہر میں لائے۔ اثنائے گفتگو میں اُنھوں نے دینِ محمدی کا بھی ذکر چھیڑا۔ اور نہایت بُرے اور کریہ الفاظ میں بیان کرنے کے بعد کہا

کہ اُس نے ہماری جان عذاب میں کر رکھی ہے۔ ہماری دین و دُنیا کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ ہماری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ جو شخص اُس کی بات سُن آتا ہے وہ اُسی کا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے۔ ماں باپ۔ بھائی۔ خویش و اقارب کسی کی بات نہیں سُنتا۔ خدا جانے اس شخص کی بات میں کیا جادو ہے۔ غرض اُس نے گھر گھر فساد ڈلوا رکھا ہے۔ اور عزیز کو عزیز سے جُدا کروانا اُس کا کام ہے ✣

غرض طفیل کو ہمدردی کے لباس میں ایسی ایسی باتیں سُنائیں اور آنحضرتؐ کی طرف سے ایسی نفرت اُس کے دل میں پیدا کر دی کہ وہ اوّل تو اُن کی صُورت ہی دیکھنا نہ چاہتا تھا۔ دوسرے اس خوف سے کہ کہیں مُٹ بھیڑ بھی ہو جائے۔ تو اُس کی بے دینی کی باتیں میرے کان میں نہ پہنچ جائیں اپنے کان بند کرنے کے لئے روئی اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ ایک روز اُس کا گزر ایسی جگہ ہُوا جہاں آں حضرتؐ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ قبل اس کے کہ وہ روئی سے کان بند کرے چند جُملے اُس کے کان میں پہنچ گئے۔ اور اپنا کام کر گئے۔ اب ہاتھوں میں کہاں طاقت تھی کہ کانوں کو روئی سے بند کریں۔ اور دل میں کہاں اتنا صبر تھا۔ کہ کلام محبوب کے سُننے سے کانوں کو باز رکھ سکے طفیل بے اختیار پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کلام کو سُننے لگا۔ اتنے میں کہ حضرتؐ نماز ختم کریں طفیل کچھ اور کا اور ہو گیا تھا ✣

طفیل کی تبدیلی

حضرتؐ نے نماز ختم کی۔ انہیں خیال بھی نہ تھا کہ وہاں کون کھڑا اُن کی نماز کو سُن رہا ہے حضرتؐ عموماً بہت جھپٹ کر چلا کرتے تھے۔

نماز پڑھ کر اسی طرح گھر کو چل دیئے۔ طفیل کے دل پر کچھ ایسا عجیب اثر ہوا۔ کہ اُس کی سُدھ بُدھ جاتی رہی۔ اس کے مُنہ سے بات نہ ہو سکی۔ اب وہ بھی پیچھے بھاگا۔ حضرتؐ گھر میں داخل ہو گئے تھے کہ یہ بھی پہنچا۔ اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اندر جانا تھا کہ اس کا دل اُبل پڑا۔ اُس نے اپنا دل کھول کر آگے رکھ دیا۔ تاثیر حق کا عجب نظارہ تھا۔ ایک عظیم الشان قوم کا نہایت معزز سردار ایک غریب بے سروسامان عربی نوجوان کے قدم لے رہا اور اپنے آپ کو غلامِ غلامان کہہ رہا تھا +

طفیل کا اسلام کی طرف رجوع ہونا نہایت اعلےٰ درجہ کی کامیابی تھی۔ وہ ایک بیج تھا جو دوسرے شہر میں بویا گیا۔ وہ کس طرح پھلا پھولا اور کیسی برکت کا پھل لایا آگے چل کر معلوم ہو گا +

اس خبر سے غریب مایوس مسلمانوں کے ٹوٹے ہُوئے دل سنبھلے۔ اور اُن کے مُرجھے چہروں پر دم بھر کے لئے بشاشت کی کچھ رونق سی چمکی۔ مگر قریش کے غیظ و غضب کا بھی اب کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ طفیل تو اپنے شہر کو دولت ایمان سے مالامال ہو کر چلتا ہُوا۔ مگر اہلِ اسلام پر نئے جوش سے قہر ٹوٹنے لگا۔ دوستوں کے ظلم۔ عزیزوں کی بے دردی۔ حق کی مخالفت دیکھ دیکھ کر آپ ہر وقت غمگین رہتے تھے۔ غمگسار بیوی بھی نہ تھی کہ رفیق تنہائی ہوتی۔ اور گھر میں آتے تو رنج کے وقت کچھ تسلی پاتے۔ آپ کی بیٹی فاطمہ خُردسال تھی۔ لڑکیوں کا دل یُوں بھی بہت نرم ہوتا ہے۔ جب

باپ پر ظلم ستم ہوتے دیکھتی وہ بھی رونے لگتی۔ گلیوں میں آتے جاتے وقت لوگ کوڑے کا ٹوکرا بھر کے آپ کے سر پر الٹ دیتے آپ لاچار واپس گھر کو چلے آتے۔ بیچاری فاطمہ باپ کے سر اور چہرے کو صاف کرتی۔ باپ بیٹی کو دیکھ کے اور بیٹی باپ کو دیکھ کے آبدیدہ ہوتے۔ مگر اللہ کے بھروسے کا خیال کر کے دل قوی کرتے۔

عائشہؓ کے ساتھ نسبت

ابوبکرؓ سے زیادہ اس وقت کوئی دوست مخلص نہ تھا۔ اُنہیں آپ کی تنہائی کا ازبس خیال تھا۔ آخر اُنھوں نے آپ کو اپنی بیٹی عائشہ سے نسبت کرنے پر راضی کر لیا۔ عائشہ نہایت قبول صورت لڑکی تھی۔ اگرچہ وہ ابھی خُردسال تھی۔ لیکن اس نسبت سے ابوبکر کی یگانگت اور بھی بڑھ گئی۔ اور گو وہ پہلے بھی یگانوں سے کم نہ تھے پھر بھی آیندہ کی اُمیدیں اور قرابت قریبہ کا خیال دل کو کچھ ڈھارس دینے لگا۔

سودہ کے ساتھ نکاح

انہیں ایّام میں ایک اور مشکل پیش آئی۔ مکّہ کی ایک عورت سودہ بنت زمعہ نے حضرتؐ کی تعلیم سے اُن کا دین اختیار کر لیا تھا اُس نے اپنی نیک نیتی اور حُسن عقیدت کے اثر سے اپنے شوہر کو بھی اپنا ہم عقیدہ کر لیا۔ اور جب ان دونوں میاں بیوی پر سخت ظُلم و تشدّد ہونے لگا جو اس وقت ہر مسلمان کے حصّے میں آتا ایک یقینی امر تھا تو ان بیچاروں کو بھی بجز جلاوطن ہو جانے کے اَور کوئی صُورت امن کی نظر نہ آئی۔ لاچار اللہ کا نام لے کر یہ بڑھیا اور

اس کا شوہر گھر بار چھوڑ وطن سے چل دیئے۔ اور ملک حبش میں اپنے مسافر ہموطنوں سے جا ملے۔ یہاں کچھ عرصہ کے بعد اُس بڑھیا کا شوہر بھی مرگیا۔ اور وہ پردیس میں نہایت مصیبت اور لاوارثی کی حالت میں رہ گئی۔ کوئی خدا کا بندہ اس پر رحم کھا کر اُسے وطن لے آیا۔ اور یہاں آکر اُس نے حضرتؐ سے درخواست کی۔ کہ وہ اُسے اپنے نکاح میں لے لیں حضرتؐ اس سے پہلے عائشہ سے نسبت ٹھیرا چکے تھے۔ مگر سودہ نے اس درخواست پر اس قدر اصرار کیا کہ انکار کرنا مشکل ہوگیا۔ اوّل تو اُس نیک بی بی اور اُس کے شوہر کے حقوق اس قدر تھے کہ اُن کا خیال ضروری تھا۔ دوسرے حضرت ابراہیمؑ موسئےؑ اور دوسرے نبیوں کی نظیر ایسی تھی جس سے انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ تیسرے سودہ نے نہایت صاف الفاظ میں کہا کہ میری عمر شادی کی نہیں۔ نہ مجھے شادی کی کسی بات کی آرزو۔ لیکن یہ دلی تمنا ہے۔ کہ آپ کے حرم میں داخل ہونے کی عزت حاصل کروں۔ آخر بہت سی قیل و قال کے بعد سودہ آپ کی زوجیت میں آگئی۔

اہل مدینہ کا پیمان وفا اول عہد و پیمان

انہیں ایام میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو اسلامی تاریخ میں بہت شہرت رکھتا ہے۔ ایک روز جب آپ تاجروں اور جاتریوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ تو انکو چھ آدمی مدینہ کے رہنے والے ملے۔ محمدؐ صاحب نے انہیں وعظ و نصیحت کی۔ وہ اُن کی شیریں کلامی اور سحر بیانی اور حق پسندی سے ایسے خوش ہوئے

کہ ان پر ایمان لے آئے۔ اور مدینہ میں واپس آ کر بڑی سرگرمی سے یہ خبر پھیلائی کہ مکّہ میں ایک پیغمبر خدا پیدا ہؤا ہے۔ وہ تمام جھگڑوں اور فسادوں کو جو صدیوں سے یہاں برپا ہیں مٹا رہا اور بُت پرستی کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ اور صداقت کا نور چمکاتا اور خُدا کا دین کل دُنیا میں پھیلاتا ہے۔ دوسرے سال یہ لوگ چند اَور آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر مکّہ میں پہنچے۔ اور محمدؐ صاحب نے اُن آدمیوں کو بھی اُسی جگہ جہاں اُنھوں نے پہلے آدمیوں کو مسلمان کیا تھا۔ دینِ برحق کا راستہ دکھایا۔ اور ان سے یہ عہد لیا۔ کہ ہم خُدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائینگے۔ ہم چوری۔ زنا۔ فسق و فجور کے پاس نہ پھٹکیں گے۔ ہم اپنی معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور نہیں کرینگے۔ ہم کبھی جھوٹ نہیں بولینگے۔ اور ایمانداری سے پیغمبر کا ساتھ دیں گے ؀

اس کے بعد جب وہ مدینے کو واپس چلے۔ تو محمدؐ صاحب نے ایک نقیب یعنی مبشر بھی اُن کے ساتھ بھیج دیا۔ تاکہ وہ انہیں دینِ حق کی تلقین کرتا رہے۔ نقیب محمدیؐ کا مدینہ میں آنا تھا کہ وہاں اسلام جلد ترقی کرنے لگا ؀

انہیں ایّام میں جب کہ مکّہ حضرتؐ کی مخالفت پر تُلا ہؤا تھا۔ اور ہر شخص انہیں ستاتا اور ان کی ہر بات کو جھٹلاتا تھا۔ آپ پر کشفِ الٰہی کا وہ نُورانی واقعہ گزرا جسے ظاہر بینوں نے کچھ کا کچھ سمجھ کر اس میں ناحق کلام کو طول دیا۔ کسی نے کہا۔ کہ وہ جسمانی تھا۔ اور حضرتؐ اسی جسم

معراج ۱۰ھ

خاکی کے ساتھ بُراق پر سوار ہو کر فلک الافلاک پر تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں خُدائے بزرگ سے ہمکلام ہُوئے۔ اور بہشت و دوزخ کی کیفیت کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا +

کوئی کہتا ہے۔ کہ نہیں وہ رویائے رُوحانی تھا۔ یعنی جو کچھ دیکھا وہ عالمِ رُوحانی کا پرتوہ تھا۔ اور بڑی گہری حقیقت رکھتا تھا +

قرآن مجید میں اس کا نہایت مجمل و مختصر ذکر ہے۔ چنانچہ ہم اُن آیات کا ترجمہ یہاں لکھے دیتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے والے خود سمجھ سکیں کہ قرآن مجید کی رُو سے اِس مشہور واقعہ کی اصلیت کیا ہے اور کس قدر ہے +

ترجمہ۔ پاک ذات ہے وہ جس نے رات کو پہنچایا اپنے بندے کو حرمِ کعبہ سے بیت المقدّس جس کے ہر طرف برکتِ الٰہی کا نزول ہے تاکہ ہم اُسے دکھا دیں کچھ اپنی قدرت کے نمونے۔ وہی ہے سُنتا۔ دیکھتا (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱)

دوسری جگہ اسی سورہ کی آیت ۶۲ میں لکھا ہے:-

ترجمہ۔ اور جو رویا ہم نے تجھے دکھایا تھا۔ وہ تو صرف لوگوں کی سمجھ کے امتحان کی بات تھی +

اس آیت میں اس واقعہ کو صاف الفاظ میں رویا سے تعبیر کیا ہے +

سنہ ۶۲۲ء میں مدینہ کے ۷۵ مسلمان ایک قافلہ کے ہمراہ مکّہ میں پہنچے۔ ایک سُنسان رات میں وہ محمدؐ صاحب سے ملے۔ اُنھوں نے صدقِ دلی سے اسلام قبول کیا۔ اور آپ کو مدینہ تشریف لے چلنے کی

صلاح دی۔ جب محمدؐ صاحب کو اُن کے آنے کی غرض معلوم ہُوئی۔ تو اُنھوں نے کہا کہ اسلام قبول کرنے اور مجھے مدینہ لے چلنے میں تم پر بہت مصیبتیں پڑینگی۔ مگر انھوں نے اس عقیدت وارادتِ دلی سے یہ درخواست کی کہ آنحضرتؐ کو کامیابی کی اُمید بندھی۔ چنانچہ اُسی وقت ایک معاہدہ باہمی قرار پایا۔ جس میں انھوں نے محمدؐ صاحب سے یہ درخواست کی۔ کہ اگر خدا آپ کو کامیابی دے تو آپ ہم غریبوں کے شہر کو ہی مسکن قرار دیں۔ اور ہمیں اس عزّت سے محروم نہ کریں۔

محمدؐ صاحب نے اس کو بڑی خوشی سے منظور کیا۔ مگر مکّہ کا ایک قریش کہیں چھپا ہؤا اس معاملے کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے جھٹ آکر قریش کو خبر دی۔ وہ فوراً مدینہ والوں کے قافلہ میں پہنچے۔ اور اُن آدمیوں کو جنھوں نے محمدؐ صاحب سے عہد وپیمان کیا تھا ڈھونڈا مگر جب اُن کا کچھ پتہ نہ ملا۔ تو مایُوس ہو کر چلے آئے۔ اور قافلہ مدینہ کو چلا گیا۔

چونکہ قریش اہلِ اسلام کو بہت تنگ کرتے تھے۔ اس واسطے اب محمدؐ صاحب نے اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ صلاح دی۔ کہ وہ مدینہ کو ہجرت کر جاویں۔ چنانچہ چند ہی روز میں ایک ایک دو دو کر کے قریباً سَو آدمی مع اپنے اپنے رشتہ داروں کے چلے گئے۔ اور صرف تین مسلمان محمدؐ صاحب۔ علی اور ابو بکر مع اپنے اہل وعیال کے مکّہ میں رہ گئے۔ اور آدھا مکّہ گویا ویران ہو گیا۔ اس وقت قریش نے

قریش کی سازش آپ کے قتل کی

طیش میں آکر مکّہ کے دارالندوہ میں جو اُن کا کمیٹی گھر تھا - ایک جلسہ
کیا - جس میں قریش مکّہ اور آس پاس کے قبیلوں کے کُل سردار جمع
ہوئے - اتنا جمّ غفیر اس سے پہلے اس مطلب کے لئے مکّہ میں کبھی
نہیں جمع ہؤا تھا - اب ہر ایک شخص اپنی اپنی رائے پیش کرتا - کوئی
کہتا تھا - کہ محمدؐ صاحب کو پکڑ کر عمر بھر کے لئے قید کرنا چاہئے - کوئی
کہتا تھا کہ اسے جلاوطن کر دینا چاہئے - مگر فیصلہ اس پر ہؤا کہ اُنہیں
قتل کر کے ملک کو مصیبتوں سے نجات دینی چاہئے - مگر پھر اُن کو یہ
دقت پیش آئی - کہ اگر کوئی ایک شخص اکیلا محمدؐ صاحب کو ماریگا تو شاید
اس کا خاندان قاتل کے خاندان سے بدلہ لے - اسلئے ابوجہل نے
یہ تجویز پیش کی کہ بہت سے آدمی مل کر ایک ہی دفعہ محمدؐ صاحب کے
سینہ میں خنجر ماریں - تاکہ قتل کا الزام کسی شخص خاص پر نہ آئے - یہ
تجویز سب نے پسند کی - اور قریش رات ہوتے ہی محمدؐ صاحب کے
گھر کے آگے ڈٹ گئے - کہ جس وقت وہ دروازے سے نکلیں
یہیں اُن کا ڈھیر کر دیا جائے - مگر کسی جان نثار خادم نے آپ کو وقت
پر خبر کر دی - حضرت علیؓ نے آپ کو بستر پر سے اُٹھا اُن کی جگہ آپ لیٹ
گئے - دشمن کسی کسی وقت کواڑ کے درزوں میں سے دیکھتے تھے
تو مطمئن ہو جاتے تھے کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں +

آنحضرتؐ مکان کے پچھلی طرف سے کُود کر ابوبکرؓ کے ہاں چلے
گئے - اور وہاں سے دونوں راتوں رات بھاگ کر ایک غار میں
پناہ گزین ہوئے - علی الصّباح جب قریش نے دیکھا - کہ محمدؐ صاحب

محمد صاحب کا وطن چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر جانا۔

دو اونٹ بہم پہنچا کر وہاں سے روانہ ہوئے ✤

جب آنحضرتؐ مدینہ میں پہنچے۔ تو شہر سے باہر ایک گاؤں میں جس کا نام قُبا ہے قیام کیا۔ وہاں اُن کو علیؓ بھی رستہ کی مصیبتیں جھیلتے اور بجائے دن کے رات کو سفر کرتے ہوئے آن ملے۔ ۱۶ ربیع الاوّل بروز جمعہ مطابق ۲ جولائی ۶۲۲ء محمدؐ صاحب مدینہ میں داخل ہوئے۔ لوگ آپ کی آمد کی خبریں سُن سُن کر جوق جوق قُبا میں آن پہنچے تھے۔ اور جس روز آپ قُبا سے روانہ ہوئے تو خلقت کا بے انتہا اژدحام تھا۔ مدینہ کے کوٹھوں پر عورت۔ مرد۔ بچّے آپ کے دیدار کے لئے کھڑے تھے۔ آپ اُونٹنی پر سوار مُشتاقانِ زیارت کا سلام لیتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ ہر شخص آنکھیں بچھانے کو تیّار تھا اور چاہتا تھا۔ کہ میرے ہاں قیام فرمائیں۔ آپ ہنستے تھے۔ اور اُونٹنی کی باگ چھوڑ کر فرمایا۔ کہ جہاں یہ خود بیٹھ جائیگی وہاں ہی میرا قیام ہوگا۔ آخر وہ اُونٹنی ایک غریب شخص کے گھر کے آگے جا بیٹھی۔ اس کا نام ایوّب انصاری تھا۔ وہ جھٹ حضرتؐ کا اسباب اُٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ اور اپنے تئیں ایسا خوش نصیب سمجھتا تھا گویا دولتِ دو جہان سے مالامال ہو گیا ؎

ہمارے گھر میں وہ آئیں خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

باب سوم

محمدؐ صاحب کا مدینہ کے انصار اور مہاجرین مکہ میں برادرانہ اُنس و محبت قائم کرنا تعمیر مسجد وعظ و نصیحت۔ **عائشہ** سے ازدواج۔ **فاطمہؓ** کا ازدواج علیؓ سے اہتمام خانہ داری۔ اہل مدینہ سے عہد و پیماں۔ **یہود** اور قریش کی عداوت قریش کا مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں۔ **بدر** کی لڑائی ÷

محمدؐ صاحب کا مدینہ سے انصار اور مہاجرین مکہ میں برادرانہ اُنس محبت قائم کرنا۔

محمدؐ صاحب مدینہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اکثر مہاجرین مکہ بہ سبب ناموافقت آب و ہوا کے بہت تکلیف میں ہیں۔ اور انصارِ مدینہ اُن کی تکلیف رفع کرنے میں خاطر خواہ توجہ نہیں کرتے ہیں۔ آپ نے انصار کو جمع کرکے اُنہیں نہایت مؤثر وعظ کیا۔ اس کا ایسا اثر اُن پر ہوا۔ کہ وہ مہاجرین کو اپنے بھائیوں کی طرح سمجھنے اور اُن سے دلی برادرانہ ہمدردی رکھنے لگے۔ اور اُن کی تکلیفات کے رفع کرنے میں پوری سعی اور جانفشانی کی ÷

تعمیرِ مسجد

اب سب سے اوّل مدینہ میں پہنچ کر ایک عبادت گاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ اور اس مقدس کام کے لئے اُنہوں نے وہ زمین پسند کی جہاں اُن کی اُونٹنی مدینہ میں داخل ہونے کے وقت بیٹھی تھی یہ زمین دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اور وہاں ایک پرانا قبرستان تھا فوراً چندہ جمع کرکے اُن یتیم لڑکوں کو اس زمین کی قیمت دیگئی۔

گو ان یتیموں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ اور پیغمبر خدا کو اس نیک کام کے لئے وہ زمین مفت دینے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کے بعد تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ سب مسلمان مل کر کام کرتے تھے۔ خود آنحضرتؐ بھی اَور مزدوروں کی طرح اینٹیں ڈھوتے تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے تعمیر کا کام بھی کرتے تھے۔ یہ مسجد صرف گارے اور کچّی اینٹوں سے بنائی گئی۔ اور نہایت سیدھی سادی تھی۔ کھجوروں کے پتّے اس پر بجائے سرکیوں وغیرہ کے ڈالے گئے تھے۔ اوّل محمدؐ صاحب اس میں یُوں ہی بغیر منبر کے کبھی بیٹھ کر اور کبھی کھڑے ہو کر وعظ کیا کرتے تھے۔ مگر چند روز کے بعد اس میں منبر بھی بنایا گیا۔ جس کی تیسری سیڑھی پر آپ کھڑے ہو کر وعظ کرنے لگے۔ ایک دن محمدؐ صاحب نے خیرات کے بارے میں یُوں فرمایا:۔

وعظ و نصیحت

جب خدا نے زمین پیدا کی۔ تو یہ تھرتھرانے اور کانپنے لگے۔ اس کو ساکن کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اس پر پہاڑ رکھ دیئے۔ تب فرشتوں نے خدا سے پُوچھا اے رب العالمین کیا دُنیا میں ان پہاڑوں سے زیادہ بھاری اور مضبوط کوئی اور چیز بھی ہے؟ جواب ملا۔ کہ لوہا ان سے زیادہ مضبوط ہے۔ کیونکہ وہ پہاڑ کے پتھروں کو توڑ ڈالتا ہے۔ پھر اُنھوں نے پُوچھا کہ لوہے سے بھی زیادہ مضبوط کوئی چیز ہے؟ جواب ملا۔ ہاں آگ اُس سے زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ لوہے کو پگھلا دیتی ہے۔ پھر اُنھوں نے پُوچھا۔

آگ سے بھی زیادہ مضبوط کوئی چیز دُنیا میں ہے؟ جواب ملا کہ ہاں پانی۔ کیونکہ وہ آگ کو بُجھا دیتا ہے۔ پھر اُنھوں نے پُوچھا کہ اس سے زیادہ بھی کوئی چیز مضبوط ہے؟ جواب ملا۔ ہاں ہُوا کیونکہ یہ پانی کو اُچھال کر پھینک دیتی ہے۔ پھر اُنھوں نے پُوچھا۔ کہ اس سے بھی زیادہ مضبوط کوئی اَور چیز ہے؟ جواب ملا۔ کہ ہاں اِنسان کی خیرات جو اس طرح کی جائے۔ کہ "اگر داہنے ہاتھ سے دیوے تو بائیں کو خبر نہ ہو"۔

محمدؐ صاحب نے خیرات اور محبّت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں "ہر نیک کام خیرات ہے۔ انسان کا انسان سے بکشادہ پیشانی پیش آنا بھی خیرات ہے۔ کسی کو نیک کام کی ہدایت کرنا خیرات ہے۔ بھولے کو رستہ بتلانا۔ اندھے کی مدد کرنا۔ رستے میں سے پتّھر اور کانٹوں کو اُٹھا دینا۔ پیاسے کو پانی پلانا۔ یہ سب خیرات ہیں ہمدردیٔ نوعِ اِنسان اِنسانوں کی سچی دولت ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے۔ تو لوگ دریافت کرتے ہیں۔ کہ وہ کتنی دولت چھوڑ مرا۔ مگر فرشتے موت کے بعد اس سے یہ پُوچھتے ہیں۔ کہ تم نے دُنیا میں کیا کیا نیک کام کئے ہیں"۔ محمدؐ صاحب کی اس نیک اور مؤثر تعلیم کے اثر سے مدینے کے بہت سے یہودی اور نصرانی بھی ایمان لائے۔

جب محمدؐ صاحب نے اپنے آپ کو مدینہ میں سب طرح سے محفوظ پایا۔ تو

عائشہ سے ازدواج

اور دیکھا کہ اسلام ہر روز ترقی کرتا جاتا ہے۔ تو اُن کو اپنے گھر بار کا خیال آیا۔ اگرچہ اُنھوں نے سودہ سے نکاح کر لیا تھا اور اُس سے محبت بھی رکھتے تھے۔ تو بھی انہیں وہ آرام میسر نہ تھا جو گھر بار سے ہونا چاہیئے۔ اُدھر حضرت ابو بکر کو بھی اپنی بیٹی کا خیال تھا۔ آخر اب انھوں نے عائشہ سے جو دو برس ہوئے اُن کے ساتھ منسوب ہو چکی تھی نکاح کر لیا۔ اور اس کے تھوڑے دنوں بعد ہی محمدؐ صاحب کی بیٹی فاطمہؓ کی علیؓ سے نسبت ہوئی۔ اور یہ کچھ دنوں بعد جب فاطمہؓ پندرہ برس کی ہوئیں۔ تو اُن کی شادی بھی کر دی گئی۔

فاطمہ کا ازدواج علیؓ سے

اس وقت علی کی عمر بائیس برس کی تھی۔ یہ شادی بڑے سادہ طور سے ہوئی تھی۔ اس میں کچھ شان و شوکت نہ تھی۔ اور جو جہیز محمدؐ صاحب نے اپنی پیاری دختر کو دیا۔ وہ یہ تھا۔ دو ازار۔ ایک چکی۔ دو مٹی کے گھڑے ایک مٹی کا لوٹا اور ایک بستر حضرت علیؓ نے اپنے دوستوں کی ضیافت کے لئے اپنی زرہ بیچ کر سامان مُہیا کیا۔ اور آنحضرتؐ نے بڑی خوشی سے اس کا انتظام کیا ؛

انتظام خانہ داری

محمدؐ صاحب کی خانہ داری بہت سیدھی سادی تھی۔ چنانچہ عائشہ بیان کرتی ہیں۔ کہ ہم ایک ایک مہینے تک چولھے میں آگ نہیں جلایا کرتے تھے۔ حضرتؐ کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی جو کوئی شخص ہمارے ہاں گوشت بھیجتا۔ تو ہم اس کو پکاتے۔ اور اگر روٹی کے لئے آٹا نہ ملتا تو اُسی گوشت پر کفایت کرتے۔ محمدؐ صاحب اکثر جَو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ یا

کبھی کبھی اُونٹنی کا دُودھ پیا کرتے تھے۔ وہ گھر میں خُود اپنے ہاتھ سے جھاڑُو دیتے۔ آپ ہی آگ سُلگاتے تھے۔ اور اپنے کپڑے آپ ہی سیتے تھے۔ محمدؐ صاحب نے سودہؓ اور عائشہؓ کے لئے اُسی مسجد کے پاس علیحدہ علیحدہ دو گھر بنادیئے تھے وہ دونوں علیحدہ رہتی تھیں۔ اور محمدؐ صاحب ان کے ہاں باری باری رہا کرتے تھے ؎

اہل مدینہ سے عہد و پیمان

محمدؐ صاحب کی تعلیم اور وعظ و نصیحت نے رفتہ رفتہ قبولیّت عام حاصل کرلی۔ ان کی نیکی کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا۔ لوگوں کے دل اُن کی طرف کھنچنے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ دُنیاوی معاملات میں بھی ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ جس سے محمدؐ صاحب کی حیثیّت میں بہت بڑا فرق ہوگیا۔ آخر کار یہ نوبت پہنچی۔ کہ اُنھوں نے کل اہل مدینہ کیا یہودی کیا نصرانی۔ کیا مہاجرین کیا انصار سب کو جمع کرکے اُن سے یہ عہد و پیمان لیا۔ کہ وہ سب لوگ اپنے آپ کو ایک قوم سمجھیں۔ اور جو اُن میں سے کسی ایک کا بھی دشمن ہو۔ وہ سب اُسکے دشمن ہوجاویں۔ اور جو اُن کے حقُوق اور لوگوں نے چھین لئے ہیں۔ اُن کے واپس لینے میں کوشش کریں۔ اور اگر کوئی ایسا جھگڑا یا فساد برپا ہوجاوے۔ کہ وہ آپس میں نہ سُلجھ سکیں تو اُس کی نسبت پیغمبر خدا کی طرف رجوع کریں۔ اور وہ جو فیصلہ کریں اُسے سب مانیں۔ آنحضرتؐ کی اس تجویز کو یہودیوں اور نصرانیوں تک نے بھی تسلیم کیا۔ اور سب کے ساتھ ایک باقاعدہ

معاہدہ تکمیل پا گیا +

اس وقت مدینہ میں ایک بارسُوخ شخص عبداللہ بن اُبیّ تھا۔ اسکو مُدّت سے یہ اُمید تھی۔ کہ مَیں مدینہ کا بادشاہ یا سردار مقرر کیا جاؤنگا۔ مگر جب اُس نے دیکھا۔ کہ ملک کا رجوع محمد صاحب کی طرف ہے تو وہ اُن کا مخالف بن گیا۔ اور قریش مکہ سے خط و کتابت کرنے اور اہل اسلام کی ہر ایک کارروائی کی خبر اُنھیں پہنچانے لگا۔ جب قریش کو معلوم ہؤا۔ کہ مسلمانوں کے پاؤں جمتے جاتے ہیں۔ تو وہ بہت گھبر لئے۔ مگر عبداللہ نے اُنہیں یقین دلایا۔ کہ اگر تم مدینہ پر چڑھائی کرو گے۔ تو یہوُدی ضرور تمہارا ساتھ دینگے +

یہود اور قریش کی عداوت

ماہ رجب سنہ ۲ھ مطابق نومبر سنہ ۶۲۳ء کو مدینہ میں یہ خبر پہنچی۔ کہ مکّہ میں مسلمانان مدینہ کے نیست و نابُود کرنے کی بڑی بھاری تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور عنقریب بیشمار لشکر حملہ کرنے والا ہے۔ انھیں ایّام میں قریش کا ایک قافلۂ عظیم شام کی طرف سے آ رہا تھا۔ اور یہ منصُوبہ قرار پایا۔ کہ وہ قافلہ شمال کی طرف سے حملہ آور ہو۔ اور جنوب کی طرف سے اہل مکّہ حملہ کریں۔ اور یہ کارروائی اس اہتمام سے ہو کہ آیندہ کے لئے اہلِ اسلام کا نام و نشان تک نہ رہے +

قریش کا مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں

اس خبر نے مسلمانان مد[illegible] نہایت پریشانی اور گھبراہٹ پیدا کردی۔ اُن کی حالت نہایت [illegible] تھی۔ وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر جلاوطن ہوئے۔ اور پردیس میں آپڑے تب بھی انھیں امن نصیب نہ ہُوا۔ وہ اپنے بال بچّوں اور عورتوں کی طرف سے نہایت سراسیمہ

تھے - اور حیران تھے کہ آخر ہمارا کیا قصور ہے - جس کے عوض ہم پر یہ ظلم وستم روا رکھا جاتا ہے - کیا یہ ہی ہمارا قصور ہے - کہ ہم ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں +

آخر مایوسی اور خوف نے اُن کے دل میں جرأت پیدا کردی - اور اُنھوں نے قصد مصمّم کرلیا - کہ ہم بھی اب کہیں بھاگ کر نہ جائینگے ہم اپنے دین پر اپنے بال بچوّں پر - اور صداقت پر دشمن سے لڑینگے اور سر کٹوائیں گے - یہ دل میں ٹھان کر اُنھوں نے یہ تجویز سوچی کہ قبل اِس کے اہل مکّہ حرکت کریں سب سے اول شمال کی طرف کوچ کر کے اس عظیم الشان قافلے کو روکیں جو شام سے آرہا ہے اور اُسے اہل مکّہ سے ملنے کا موقعہ نہ دیں +

اِس تجویز کے مطابق ۳۱۴ دل چلے مسلمان اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر گھر سے نکلے - ہرچند اس کارروائی کو خفیہ رکھا - مگر ابُوسفیان کو جو کہ قافلۂ شامی کا سردار تھا یہ خبر مل گئی - کہ مسلمان بھی مرنے مارنے کے لئے تیّار ہو بیٹھے ہیں - اِسلئے فوراً مکّے کو سوار دوڑائے - اور بہت جلد مدد طلب کی - تھوڑے ہی عرصے میں ایک ہزار بہادر جنگی جوان قافلے کی مدد کو آپہنچے - مگر ابُوسفیان اس مدد کے آنے سے پیشتر کسی اور راستے سے اپنا قافلہ مکّے میں لے پہنچا - اور وہاں پہنچ کر ابُوجہل کو قافلہ کے صحیح وسلامت پہنچ جانے کی خبر دی اور کہلا بھیجا کہ اب تم واپس چلے آؤ - مگر ابُوجہل نے واپس آنا پسند نہ کیا - اور کہلا بھیجا کہ جب تک مَیں محمدؐ کا نام صفحۂ ہستی سے

نہ مٹا دونگا تب تک واپس نہیں ہوں گا +

بدر کی لڑائی

غرض ابُو جہل اس طرح شیخیاں مارتا ہوا مقام بدر میں پہنچا۔ جہاں مسلمان خیمے لگائے پڑے تھے۔ محمدؐ صاحب نے درگاہ خدائے عزّوجل میں سر بسجود ہو کر یہ دُعا مانگی "اے پروردگار عالم اب تو اپنی مدد بھیج۔ اے شکستہ دلوں کے سہارا دینے والے۔ اگر یہ چند ایماندار ان دشمنوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تو پھر خلوص دل سے تیری عبادت کرنے والا کوئی بھی نہیں رہیگا" +

طرفین سے لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ اوّل ہی اوّل تین بہادر جوان قریش میدان جنگ میں بڑھے اور للکارا کہ آؤ ہمارے سامنے کون آتا ہے؟ مسلمانوں میں حمزہؓ۔ علیؓ اور عبیدہؓ اُن کے مقابلے کو نکلے۔ اس زمانے کے قواعد جنگ کے مطابق ایسے حریفوں کے مقابلے میں کسی کو دخل یا کسی قسم کی مدد دینے کا بالکل اختیار نہ تھا۔ اس لئے دونوں طرف کے فریق بڑی تشویش سے اس مقابلے کو دیکھ رہے تھے۔ اور یہ شجاع لڑ رہے تھے۔ کہ اتنے میں اہل اسلام کی فوج سے خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ اور معلوم ہوا کہ اُن کے تینوں حریف مارے گئے۔ اہل مکّہ کے تین بہادروں کا کام آنا تھا کہ انھوں نے عام حملہ کر دیا۔ اور لڑائی بڑے زور شور سے ہونے لگی۔ اہل مکّہ کے پاس اوّل تو کثرت سے لشکر۔ پھر پورا سامان۔ بیچارے مسلمان پردیسی مسافر۔ نہایت شکستہ حال۔ مگر صداقت کے زور سے اُن کا دل قوی تھا۔ یہ سخت جاڑے کا

دن تھا۔ اور آسمان پر بادل گھرے ہوئے تھے۔ چاروں طرف کالی گھٹا چھا رہی تھی۔ آندھی اپنا سماں دکھا رہی تھی بجلی کڑک کڑک کر ڈرا رہی تھی۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ کارکنان قدرت بھی مظلوموں کی طرف سے لڑنے کو آئے تھے۔ آخر بہت سی خونریزی کے بعد اہل مکہ کو شکست ہوئی۔ اُن کا سپہ سالار ابو جہل مارا گیا۔ اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بہت سے قریش مارے گئے۔ اور بہت سے قید ہوئے۔

قریش کے جتنے آدمی پکڑے گئے تھے۔ ان میں سے صرف دو ایسے تھے جن کا چھوٹنا سینکڑوں بندگان خدا کے خون کا موجب تھا۔ اسلئے وہ اس ملک کے قواعد جنگ کے مطابق قتل کئے گئے اور باقی سب قیدیوں کا خون معاف کیا گیا۔ اور وہ مختلف شرائط پر چھوڑ دئے گئے۔ بعضوں سے تاوان لیا گیا۔ بعضوں نے یہ وعدہ کیا کہ آیندہ ہم کبھی مسلمانوں کو نہیں ستاوینگے۔ اور اُن کے مقابلے میں نہیں آوینگے۔ اس لڑائی میں بعض عالم لوگ بھی گرفتار ہوئے تھے۔ وہ اس شرط پر رہا کئے گئے۔ کہ مدینہ میں کچھ عرصہ تک اہل اسلام کے لڑکوں کو پڑھاویں۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اپنے وطن کو واپس چلے جاویں۔ ادھر مسلمانوں کو سخت تاکید کی گئی کہ وہ اُن قیدیوں کو قیدی نہ سمجھیں بلکہ اُن کے ساتھ بھائیوں کی طرح سلوک کریں۔ اور عزت و احترام سے رکھیں۔ چنانچہ جب تک یہ قیدی مسلمانوں کے پاس رہے مسلمانوں نے اُن کی خاطر و تواضع کی۔ اور اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دی۔ جب ان قیدیوں

میں سے سب سے پہلا قیدی رہائی پاکر مکہ میں آیا۔ تو اہل اسلام کی نسبت اس نے اپنی یہ رائے ظاہر کی۔ کہ خدا اُن کا بھلا کرے۔ وہ ہم کو سواری دیتے تھے۔ اور خود پیادہ پا چلتے تھے۔ وہ ہم کو گیہوں کی روٹی کھانے کو دیتے تھے۔ اور آپ کھجوریں کھاکر گزارہ کرتے تھے ؛

اس لڑائی میں دو قیدیوں کے قتل کرنے سے معترضین نے محمدؐ صاحب پر سخت الزام لگایا ہے۔ اور اسے شان پیغمبری کے خلاف ٹھیرایا ہے۔ مگر الزام لگاتے وقت سب پہلوؤں کو دیکھنا چاہئیے۔ اگر وہ دو مجرم زندہ رہتے۔ اور بیشمار بندگان خدا کے خون بہتے تو اس خونریزی کا کون ذمہ وار ہوتا ؛

مسلمان سپاہیوں کے مال غنیمت کے بانٹنے میں بھی کچھ جھگڑا ہُوا۔ مگر محمدؐ صاحب نے اُس مال کو کُل فوج میں برابر تقسیم کر دیا۔ اور فساد فوراً فرو ہوگیا۔ اور آیندہ کے لئے مال غنیمت کے تقسیم کرنے کا یہ قاعدہ قرار پایا۔ کہ دشمن سے جو مال غنیمت ملے۔ اس میں سے پانچواں حصہ راہ خدا کے لئے جسے پیغمبرِ خدا یتیموں۔ محتاجوں اور دوسرے پبلک کاموں میں صرف کریگا۔ اور باقی چار حصے تقسیم کر دیئے جائیں گے ؛

باب چہارم

قریش کا انتقام کی خواہش میں مدینہ پر دھاوا۔ محمدؐ صاحب کا ذات الٰہی پر بھروسہ۔ محمدؐ صاحب کا حفصہ سے نکاح۔ اور اُن کی دختر اُمّ کلثوم کا عثمان کے ساتھ بیاہا جانا۔ قریش کا پھر مسلمانوں پر حملہ کرنا اور احد کی لڑائی کا مفصل حال +

اس جیت کی مسلمانوں کو اس قدر خوشی ہوئی۔ کہ وہ مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہ سماتے تھے۔ اور محمدؐ صاحب نے ایک قاصد مدینہ کے اُن مسلمانوں کی طرف جو کسی وجہ سے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ خوشخبری دینے کے لئے بھیجا۔ مگر جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچا۔ تو اُسے محمدؐ صاحب کی لڑکی رُقیہؓ کا جنازہ ملا۔ یہ لڑکی کچھ عرصے سے بیمار تھی۔ اور اس بیچاری نے عین فتح بدر کے دن انتقال کیا۔ محمدؐ صاحب کو اپنی لڑکی کے گزر جانے سے بہت قلق ہوا۔ اور مسلمانوں کی خوشی اس حادثہ سے مکدّر ہو گئی۔ اس کے چند روز بعد اُن کی بڑی لڑکی زینب جواب تک قریش مکّہ کے قابو میں تھی۔ بڑی مشکل سے مدینے میں پہنچی۔ اور محمدؐ صاحب کو اس کے آنے سے بہت خوشی ہوئی اور رُقیہؓ کا رنج قدرے ہلکا ہوا +

ادھر جب مسلمانوں کی یہ حالت تھی۔ تو اُدھر قریش اپنی شکست سے بہت شرمندہ اور نادم ہوکر آپس میں مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے دانت پیس رہے تھے ✤

کہتے ہیں۔ کہ اس غزوہ کے بعد ایکدن محمدؐ صاحب تن تنہا سرسبز مخملی گھاس پر ایک درخت کے نیچے آرام سے سوئے ہوئے تھے کہ ایک قریش کا اُدھر سے گذر ہوا۔ وہ محمدؐ صاحب کو اُس جگہ اکیلے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ بس اب میں اس کی گردن جُدا کرتا ہوں۔ مگر پھر اُس نے سوچا۔ کہ سوئے ہوئے کو مار ڈالنا کچھ جوانمردی نہیں۔ چنانچہ اُس نے محمدؐ صاحب کو جگایا۔ جب اُن کی آنکھ کھلی۔ تو تلوار کھینچ کر کہنے لگا۔ بول اب تیرا بچانے والا کون ہے۔ محمدؐ صاحب نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر انگلی سے اشارہ کرکے کہا۔ وہ ذات پاک۔ یہ بات سُن کر قریش کا ہاتھ تھرتھرا گیا۔ اور تلوار اُس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ محمدؐ صاحب نے جھٹ تلوار اُٹھا کر کہا۔ کہو اب تمہارا بچانے والا کون ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ کوئی نہیں۔ تب محمدؐ صاحب نے کہا۔ ارے کمبخت کہو وہی اللہ۔ اور آخر اُس کی تلوار اُس کو پھیر دی۔ اور کہا کہ ہمیشہ اُس ذات پاک پر بھروسہ اور یقین رکھو۔ اور بیگُناہ بندگانِ خدا کو ناحق مت ستاؤ۔ کہتے ہیں کہ وہ قریش اُسی وقت ایمان لے آیا۔ اور اُس کے بعد ہمیشہ سرگرمی سے اُن کا ساتھ دیتا رہا ✤

...یش کا
...ام کی
...بش کی

...حب کا
محمد صاحب
...ت الٰہی
...روسہ

محمدؐ صاحب کا حفصہ سے نکاح اور ام کلثوم کا عثمان کے ساتھ بیاہا جانا

عثمان کو اپنی بیوی رُقیہ کے مرنے سے سخت رنج ہُوا - اور اُس رنج کو دُور کرنے کے لئے اُس کے ہم مذہب بھائی عمرؓ نے اپنی لڑکی حفصہ کا عقد اس سے کرنا چاہا - مگر وہ عورت اس قدر تیز مزاج اور درشت خُو تھی - کہ کوئی شخص اس سے عقد کرنے پر رضامند نہ ہوتا تھا - عثمان نے بھی اُس تجویز کو منظور نہ کیا - اس سے عمرؓ کو بہت رنج پہنچا - اور وہ حیران تھے - کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ کہاں کروں کہ کوئی اُسے قبول نہیں کرتا ہے - اُنھوں نے اپنا دردِ دل حضرتؐ سے بیان کیا - انھوں نے کہا رنجیدہ مت ہو - تمھاری لڑکی کو خدا اُس سے اچھا خاوند اور عثمان کو اس سے بہت اچھی بی بی دیگا - چنانچہ محمدؐ صاحب نے چند روز کے بعد خود حفصہ سے نکاح کر لیا - اور اپنی لڑکی اُم کلثوم کی عثمان کے ساتھ شادی کر دی - اور اس سے دونوں عمرؓ اور عثمان محمدؐ صاحب کے پکّے ہوا خواہ اور قوّتِ بازو بن گئے - کہتے ہیں - کہ جو آیتیں قرآن مجید کی نازل ہُوا کرتی تھیں - وہ لکھوائی جا کر حفصہ کی حفاظت میں رہتی تھیں ۔

ابُوسفیان اہلِ مکّہ کی شکست کے بعد ایسا نادم ہُوا - کہ مدّتوں مارے ندامت کے گھر سے باہر نہیں نکلا - اُس کی جورو ہندہ بھی دن رات اُسے بُرا بھلا کہتی رہتی اور حد سے زیادہ ندامت دلاتی - کیونکہ اُس کا باپ اور ایک چچا اور بھائی بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے - اور اُس کی یہ تمنّا تھی - کہ اپنے باپ اور بھائی کے

قاتلوں کو اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے دیکھوں بلکہ اُن کے سر جدا کرنے میں خود بھی شریک ہوں۔ آخر اُس کی آہ وزاری اور طعن وتشنیع نے ابُوسفیان کو پھر اُبھارا۔ کہتے ہیں کہ اس دفعہ تین ہزار قریش لڑنے مرنے کو اُس کے ساتھ ہوئے۔ ان میں سے سات سو جنگ آزمودہ سوار تھے اور باقی پیادہ۔ فوج کے دستہ کا سپہ سالار عکرمہ بن ابوجہل تھا۔ اور دوسرے دستہ کی کمان خالد ابنِ ولید کے سپُرد کی گئی۔ جب اس فوج جرّار کی روانگی کی خبر مدینے میں پہنچی۔ تو آنحضرتؐ نے اپنے رفیقوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔ محمدؐ صاحب کی یہ رائے تھی کہ محصُور ہو کر مدینہ میں بیٹھ رہیں۔ جب دشمن حملہ کرے۔ اس وقت ہم ان کے حملے کو روکیں۔ سن رسیدہ تجربہ کار لوگوں نے تو اس رائے کو پسند کیا۔ مگر نوجوانوں نے کہا نہیں۔ ہم کھُلے میدان میں اُن سے مقابلہ کریں گے۔ الغرض محمدؐ صاحب نے نوجوانوں کی رائے مانی اور سب تیار ہو کر اور سامان حرب لے کر باہر نکلے۔ اہل اسلام کی کُل فوج گنتی میں ایک ہزار ہوئی۔ جن میں سے تین سو یہودی تھے۔ جن پر اہل اسلام کو پورا بھروسہ نہ تھا اسلئے وہ تین سو کے تین سو واپس ہو گئے۔ اور کُل سات سو مسلمان رہ گئے۔ ان بیچاروں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ اور چند آدمی تیر انداز بھی تھے۔ غرض اس فوج نے اُحد کی پہاڑی پر جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھی آکر اپنا ڈیرہ ڈالا۔ اُدھر سے قریش کا تین ہزار کا لشکر بڑھتا ہؤا آیا جب

وہ اس پہاڑی کے قریب پہنچے۔ تو اُن کو معلوم ہوا۔ کہ مسلمان یہاں پڑے ہیں۔ اُنھوں نے بھی دوسری طرف مقابل میں خیمے ڈال دیئے۔ علی الصباح جب مسلمان نماز سے فارغ ہوئے تو دشمن کی اس قدر جمعیت دیکھ کر گھبرائے۔ مگر محمدؐ صاحب نے اپنے سات سو جوانوں کو ایک آزمودہ کار سپہ سالار کی طرح صف در صف ترتیب کر کے کھڑا کر دیا۔ تاکہ دشمن کسی طرف سے بے کھٹکے حملہ نہ کر سکے۔ اور تیر اندازوں کو حکم دیا کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ اور کُل فوج سے یہ کہہ دیا۔ کہ کوئی شخص آگے نہ بڑھے بلکہ دشمن کی طرف سے حملے کے منتظر رہیں۔ الغرض آفتاب نکلتے ہی قریش بھی اپنی فوج کو آراستہ کر کے میدان میں اُترے۔ اور آتے ہی بے تحاشا ایک سخت حملہ کیا۔ مسلمانوں نے اُس کو خُوب روکا۔ پھر تو گھمسان کی لڑائی ہُوئی۔ اور دونوں طرف سے سخت آمنا سامنا ہؤا۔ معلوم ہوتا تھا کہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ آئیگا۔ مگر بدقسمتی سے تیر انداز حضرتؐ کی ہدایت کو بھُول گئے۔ جب قریش بے اوسان ہو کر بھاگ رہے تھے۔ تیر انداز غنیمت کے لالچ سے میدان میں آدوڑے۔ اب قریش نے دونوں طرفین خالی دیکھیں۔ تو اُن کو آگے پیچھے سے آگھیرا۔ اور اس شدت سے تلوار چلائی۔ کہ مسلمانوں کے دل چھُوٹ گئے۔ بہت تنومند جوان لڑتے لڑتے کام آئے۔ حمزہؓ شہید ہوئے اور خُود محمدؐ صاحب کے چہرے پر ایک تیر لگا۔ اور ایک پتھر اُن کے مُنہ پر

ایسا لگا کہ اُن کا ایک دانت گر گیا مسلمانوں کا علم بردار بھی مارا گیا
چونکہ اُس کی اور محمدؐ صاحب کی شبیہ کچھ ملتی جلتی تھی - اسلئے اُسی
وقت یہ ہوا اُڑ گئی - کہ محمدؐ صاحب مارے گئے - اس خبر کے اُڑتے
ہی مسلمان منتشر ہو گئے - یہاں تک کہ محمدؐ صاحب کو جو زخمی ہو کر
گر گئے تھے اُٹھانے کے لئے بھی کوئی وہاں نہ ٹھیرا - آخر کار اس گھبراہٹ
اور کھلبلی میں ایک شخص مسمی راہب بن مالک نے محمدؐ صاحب کو
مُردوں کے ڈھیروں میں زندہ پڑے ہوئے دیکھ مسلمانوں کو خبر
دی - کہ وہ زندہ ہیں - تب وہ لوگ دوڑے ہوئے آئے - اور
اُن کو لے گئے - اپنی لشکرگاہ میں پہنچ کر انھوں نے محمدؐ صاحب کے
زخموں کو دھویا - اور مرہم پٹی کی اور اُونٹنی کا دُودھ پلایا - تب
اُن کو ذرا ہوش آیا *

ہندہ لڑائی کے بعد میدان جنگ میں آئی - اور اپنے ہاتھ سے
حمزہؓ کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے - اور ان کا کلیجہ نکال کر اپنے
دانتوں سے چبایا - اور اُن کی ناک اور کان کاٹ دیئے - اور اَور
مسلمانوں کی لاشوں کا بھی بہت ہی بُرا حال کیا *

جب قریش اپنی لشکرگاہ میں چلے گئے - اور رات پڑ گئی - تو
محمدؐ صاحب مع اپنے دیگر اصحاب کے میدان میں آئے - اور اپنے چچا
حمزہؓ کی لاش کو دیکھ کر بہت مغموم ہوئے - ایک مسلمان مؤرخ لکھتا ہے
کہ وہ طیش میں آکر یہ حکم دینے ہی کو تھے - کہ قریش کی لاشوں کے
ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے - کہ اُسی وقت وحی نازل ہوئی -

اور آپ ایسا کرنے سے روکے گئے +

ابوسفیان کو جب معلوم ہوا۔ کہ محمدؐ صاحب ابھی تک زندہ ہیں تو اس کو بڑا اندیشہ ہوا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ اگر اب وہ پھر مجھ پر حملہ کرینگے۔ تو مَیں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکونگا۔ اس لئے وہ اتنی ہی فتح پر قناعت کر کے مکّہ کو واپس چلا آیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ ایک برس کے لئے صلح کر لی +

اس لڑائی میں شکست کھانے سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ آس پاس کی اقوام نے اُن کو بہت سے دھوکے دیئے قبیلۂ بنی عمیر اور بنی سلیم نے ستّر مسلمانوں کو دغا سے قتل کر ڈالا۔ اور اسی طرح کئی ایک اَور قبائل عرب نے کیا +

جب سے مسلمان مدینہ میں آئے تھے۔ تب سے یہودیوں میں اور ان میں کچھ شکر رنجی چلی آتی تھی۔ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی فتح سے اکثر یہودی جل گئے تھے۔ بعضوں نے پیغمبرؐ کی ہجو میں قصیدے کہے۔ بعضوں نے قریش کو اُن کے برخلاف اُبھارنے کے لئے طرح طرح کے مؤثّر گیت بنائے۔ محمدؐ صاحب اُن کو بہت سمجھاتے اور سلجھاتے رہے۔ مگر اُن کے کان پر جُوں بھی نہ رینگی۔ اب محمدؐ صاحب نے بھی کہدیا۔ کہ مسلمان جو چاہیں کریں۔ میں اُنہیں نہیں روکتا ہوں۔ چنانچہ مسلمان اب بالکل اُن کی تخریب کے درپئے ہو گئے۔ اتفاق سے اُن دنوں ایک عربی نوخیز لڑکی دودھ بیچتے بیچتے یہودیوں کے بازار میں چلی گئی۔ یہودیوں نے اُسے

چھیڑا اور مجبور کیا کہ وہ اپنے چہرے پر سے برقع اُٹھائے۔ مگر اُس نے نہ اُٹھایا۔ آخر ایک شریر سُنار نے جس کی دُوکان پر وہ بیٹھی ہوئی دُودھ بیچ رہی تھی اُسے بے ستر کر دیا۔ ایک مسلمان آپہنچا۔ اُس کو اس سے بہت غیرت آئی۔ اُس نے جھٹ تلوار کھینچ کر سُنار پر وار کیا۔ اُدھر سے یہودی اُس کی مدد کو دوڑے۔ اور اُدھر سے مسلمان بھی نکل آئے۔ چونکہ یہودی تعداد میں کم تھے۔ اس لئے وہ اپنے قلعے میں گھس گئے۔ اور دروازہ بند کر بیٹھے۔ مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔ چند ہی روز میں بھوک نے اُن کو مجبور کیا۔ تو اُنھوں نے دروازہ کھول دیا۔ اوّل تو اہلِ اسلام نے اُنہیں تہ تیغ کرنا چاہا۔ مگر بسفارش عبدُاللہ بن اُبی حفظِ امن کے لئے اُنہیں اس علاقہ سے خارج کر دینا کافی سمجھا گیا +

جنگ اُحد کے بعد مسلمانوں کو کمزور پاکر قبیلۂ بنُو نضیر کے یہُودیوں نے دوستی کے لباس میں مسلمانوں کو تباہ کرنے کی تدبیر نکالی۔ اُنھوں نے مسلمانوں کو اپنے ہاں بُلوایا۔ محمدؐ صاحب اس حال سے بیخبر ابُو بکرؓ عمرؓ علیؓ اور چند اصحاب کو اپنے ساتھ لے کر وہاں گئے۔ اور اُنھوں نے دعوت کی تیّاری کی۔ اور ایک کھُلے میدان میں ایک دیوار کی اوٹ میں فرش فروش بچھوایا۔ اور محمدؐ صاحب اور اُن کے اصحاب کو وہاں بٹھایا۔ خوش قسمتی سے محمدؐ صاحب کو اصلی بات کسی طرح معلوم ہوگئی۔ کہ یہ اُن کی جان کی فکر میں ہیں۔ وہ فوراً وہاں سے اُٹھے۔ اور کسی سے کچھ نہ کہا۔ اور جنگل کی طرف

چل دیئے۔ لوگ سمجھے کہ اجابت کے لئے جاتے ہیں۔ ابھی واپس آجائیں گے۔ مگر وہ اُن کے داؤ سے بچ کر نکل گئے۔ اُن کے اصحاب بھی انتظار کر کے واپس چلے آئے ✤

مسلمانوں نے اِس شرارت کا بدلہ لینا چاہا۔ اور محمدؐ صاحب ایک جرّار فوج لے کر وہاں جا پہنچے یہودی تاب مقابلہ نہ لا کر بعض مُلکِ شام کی طرف اور بعض قبیلۂ خیبر کی طرف جو یہودیوں کا ایک مشہور قلعہ ہے چلے گئے۔ اور جس قدر اس قبیلہ کا مال واسباب تھا وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مگر آنحضرتؐ نے یہ مال سپاہ میں تقسیم کرنا مناسب نہ جانا۔ بلکہ پبلک اخراجات کے لئے رکھا۔ اور فرمایا۔ کہ جو غنیمت بغیر لڑائی کے ملے وہ اللہ اور رسولؐ کا حق ہے سپاہیوں کا اُس میں کچھ حصّہ نہیں۔ پیغمبر کو چاہئے کہ اُس کو یتیموں اور مساکینوں کی مدد اور اَور نیک کاموں میں صرف کرے ✤

اب مسلمانوں اور یہودیوں میں خوب کھٹ پٹی ہو گئی۔ اُدھر قریش مسلمانوں کے دشمن تھے۔ اب مدینہ کے یہودی بھی اُن کے خُون کے پیاسے ہو گئے۔ اگرچہ یہودی پہلے بھی درپردہ مسلمانوں کے دشمن تھے۔ مگر اب کُھلّم کُھلّا چوٹیں ہونے لگیں۔ مگر ساتھ ہی جاں نثار اصحاب کا گروہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور وہ ہر طرح اپنے ہادی پر جان دینے کے لئے تیّار اور بہشت کے امیدوار رہتے تھے ✤

باب پنجم

قبیلۂ بنو المصطلق کا مسلمانوں کے برخلاف سر اُٹھانا۔ اُن کی شکست محمدؐ صاحب کا جویریہ بنت الحارث سے نکاح۔ اور غلاموں کی آزادی عبداللہ ابن ابی کی سرکشی حضرت عائشہ پر بہتان۔ ابوسفیان و دیگر قبائل کی مدینہ پر چڑھائی خندق کی لڑائی۔ قریش کی شکست مسلمانوں کا بنو قریظہ کے قلعہ پر قبضہ۔ سعد ابن معاذ کا فیصلہ۔ یہودیوں کے قتل کا ÷

قبیلۂ بنو المصطلق کا مسلمانوں کے برخلاف سر اٹھانا اُنکی شکست

جب مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ اُدھر مکّہ میں ابوسفیان اُن کو آرام سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ اور ادھر مدینہ میں یہودی اُن کے برخلاف سازشیں کر رہے تھے۔ تو اُس وقت ایک اور دشمن نے مُنہ دکھایا۔ یہ دشمن قبیلۂ بنو المصطلق تھا۔ اس قبیلہ نے اپنے بادشاہ حارث کی سرکردگی میں مسلمانوں پر چڑھائی کی مسلمانوں کو وقت پر اس کی خبر لگ گئی۔ محمدؐ صاحب نے چند چیدہ سوار اور کارآزمودہ پیادے اپنے ساتھ لے کر اُن کو رستہ ہی میں آگھیرا۔ اور سخت شکست دی۔ حارث مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ اُس کی فوج بھی دل برداشتہ ہو کر بھاگ گئی۔ دشمن کے دوسو آدمی قید ہوئے اور پانچہزار بھیڑیں اور ایک ہزار اُونٹ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ قیدیوں میں شاہ حارث کی بیٹی شاہزادی

جویریہ بھی تھی۔ جب قیدی سپاہ میں تقسیم ہوئے تو یہ شاہزادی ثابت ابن قیس کے حصّے میں آئی معزّز شاہزادی کے لئے یہ بات سخت عار کی تھی کہ وہ یوں قید ہو کر ایک سپاہی کی کنیز بنائی جائے۔ آخر اُس نے ثابت بن قیس کو ایک معقول رقم تاوان لینے پر راضی کر کے اس سے یہ عہد لے لیا کہ اگر میں اتنا روپیہ ادا کروں تو آزاد کر دی جاؤں +

ثابت نے اس بات کو منظور کر لیا۔ مگر اس بیچاری قیدن سے یہ رقم کس طرح ادا ہو سکتی تھی۔ زیادہ دقّت یہ تھی کہ اس کے سب عزیز و اقارب بھی اسی طرح قید غلامی میں آ گئے تھے۔ جب اس نے کوئی ذریعہ اپنی رہائی کا نہ پایا تو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا حال زار بیان کیا۔ کہ میں بادشاہ کی بیٹی۔ اور بدنصیبی سے اس درجہ کو پہنچی ہوں۔ اور میرے خویش و اقربا ادنےٰ سپاہیوں کی غلامی میں گرفتار ہیں۔ باوجود اس کے کہ میرا دین آپ کے دین سے بالکل جُدا ہے۔ مگر مجھے آپ کے رحم سے بہت کچھ اُمید ہے۔ اور آپ کی ذات کے سوا اَور کوئی ذریعہ اِس ذلّت غلامی سے نکلنے کا نظر نہیں آتا +

آنحضرت کا دل جویریہ کی حالت دیکھ کر بھر آیا۔ لیکن آئین مُلکی اور قواعدِ فوجی کے برخلاف وہ ثابت بن قیس کو کسی طرح یہ نہیں کہہ سکتے تھے۔ کہ وہ جویریہ کو آزاد کر دے۔ آخر حضرتؐ نے اُسکے تاوان کی کُل رقم اپنے پاس سے ادا کر کے اُس کو حلقۂ غلامی سے آزاد

کرایا - اور ایک معتبر شخص کے ساتھ مدینے بجھوا دیا - کہ وہ عزت و حُرمت سے اپنے والدین کے پاس پہنچا دی جائے +

اِس اثنا میں اُس کا باپ بہت سا زر و جواہر اور بہت سے بیش قیمت اُونٹ لے کر مدینے میں حاضر ہوا - کہ ممکن ہو تو تاوان اوا کر کے اپنی بیٹی کو چھڑا لے - حضرتؐ بھی مدینے میں تشریف لے آئے اور جب جویریہ کے باپ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کا حُسنِ اخلاق ملاحظہ کیا - اور جو حُسنِ سلوک اُس کی غیبت میں اس کی بیٹی کے ساتھ کیا گیا تھا اس کا حال سُنا - تو اُس کے دل پر بے انتہا اثر ہوا - وہ بیٹی کو قید غلامی سے چھڑانے آیا تھا - مگر اب اُس نے خود حضرتؐ کے حلقۂ غلامی میں آنے کو اپنی عزت سمجھا یہ بادشاہ آپ کے قدموں پر گر پڑا - اور نہایت خوشی اور رضا و رغبت سے باپ اور بیٹی نے دینِ اسلام اختیار کیا +

محمد صاحب کا جویریہ سے نکاح اور غلاموں کی آزادی

حارث نے یہ بھی درخواست کی - کہ ہمارے لئے سب سے بڑی عزت تو دولت اسلام ہے لیکن میری بڑی آرزو یہ ہے - کہ بندہ زادی کو آپ زمرۂ کنیزان میں داخل کرنا قبول فرمائیں +

حضرتؐ ابھی تامل میں تھے کہ یہ درخواست منظور کی جائے یا نہیں - کہ اتنے میں یہ خبر تمام لشکر میں اُڑ گئی - کہ شاہزادی جویریہ حضرتؐ کی زوجیت میں آگئی ہے - اور سب لوگوں نے ارادہ کیا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو جن جن کے حصے میں اُس کے اقربا غلام ہو کر آئے ہیں - اُن سب کو چھوڑ دینا چاہئے - کیونکہ یہ نہایت بے ادبی

ہوگی۔ کہ آنحضرتؐ کے سسرال کے لوگ ہمارے غلام بن کر رہیں۔ حضرتؐ کے کان میں اس خبر کا پہنچنا تھا۔ کہ آپ کو نکاح میں کوئی تامّل نہ رہا۔ آپ نے شاہزادی جویریہ کو اپنی زوجیت سے شرف بخشا۔ نکاح ہونے کی دیر تھی۔ کہ اس کے خاندان کے سب لوگ جہاں جہاں قید تھے فوراً آزاد کر دئیے گئے۔ ان سب شکر گزار لوگوں نے حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور اُن کے وعظ و نصائح سے متاثّر ہو کر دلی خوشی کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ کہتے ہیں کہ کسی بی بی کا نکاح اس قدر خیر و برکت کا موجب نہیں ہؤا جس قدر حضرت جویریہ کا ہؤا۔ سو آدمی سے زیادہ قید غلامی سے آزاد ہوئے۔ اور ان سب نے ایکدم دینِ تثلیث چھوڑ کر دلی خوشی سے دین اسلام کا طریق توحید اختیار کیا +

حضرت عائشہ بر جُہتاں

مہم بنی المصطلق کے ساتھ ایک اَور واقعہ پیش آیا۔ جو مسلمانوں کی تاریخ میں **قصّۂ اِفک** کے نام سے مشہور ہے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اس مہم میں حضرت عائشہ آں حضرتؐ کے ہمراہ تھیں۔ ایک روز جب منزل سے قافلہ روانہ ہونے لگا۔ تو حضرت عائشہؓ کی سواری کے لئے اُن کا اُونٹ آیا۔ حضرت عائشہ کو سوار ہوتے وقت یاد آیا۔ کہ جہاں میں ٹھیری تھی وہاں اپنا ہار بھول آئی ہوں۔ یہ سوچ کر وہ ہار لینے واپس چلی گئیں۔ شتربان نے اُنہیں واپس ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ اُونٹ کے پاس اُنہیں نہ دیکھ کر یہ سمجھا کہ وہ سوار ہو چکی ہیں۔ وہ اُونٹ کو اُٹھا قافلے کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ اور

کسی کو یہ معلوم نہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ پیچھے رہ گئیں ۔ حضرت عائشہ
کو ہار کی تلاش میں کچھ دیر لگ گئی ۔ اور جب وہ واپس آئیں تو اونٹ
کو نہ پاکر بہت گھبرائیں ۔ کیونکہ سب قافلہ روانہ ہوچکا تھا ۔ لاچار
وہ وہاں ہی سرِراہ بیٹھ گئیں ۔ اور نہایت پریشان تھیں کہ کیا
کریں ۔ اتنے میں اُنھوں نے دیکھا کہ صفوان جو حضرتؐ کے
صحابیوں میں سے تھا اونٹ پر چلا آتا ہے حضرت عائشہ نے
اُسے ٹھہرایا اور اپنا تمام ماجرا سُنایا ۔ وہ جھٹ اونٹ پر سے اُتر
پڑا ۔ اور حضرت عائشہ کو اونٹ پر سوار کرکے آپ پیادہ مہار
پکڑ کر روانہ ہوا ۔ اور قافلے سے جا ملا ٭

جب یہ خبر قافلے اور قافلے سے مدینے میں پہنچی تو بد باطن
اور خبیث النفس لوگوں نے جن کے دل ہمیشہ ناپاکی سے بھرے
رہتے ہیں طرح طرح کی ناپاک باتیں گھڑیں اور حضرت عائشہ پر بہتان
باندھے حضرتؐ کو ان باتوں کے سُننے سے بہت رنج ہوا ۔ اور
بمقتضائے بشریت تشویش پیدا ہوئی ۔ اور تمام مہینہ پریشانی
میں گُذرا ۔ مگر چونکہ دشمنوں کے بہتان کی کوئی اصلیّت نہ تھی ۔ اور
حضرت عائشہ کی ذات ستودہ صفات ایسے خیالات سے پاک تھی
خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرتؐ کی پریشانی دور کرکے آپ کو
اطمینان بخشا جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر یہ طوفان کھڑا کیا تھا ۔ اُن
کو قانون شرعی کے بموجب اسّی اسّی ضرب تازیانہ کی سزا دی گئی ٭
جب ابوسفیان مسلمانوں کے ساتھ ایک برس کے لئے صلح

ابوسفیان اور دیگر قبائل کا مدینہ پر چڑھائی

کر کے چلا آیا۔ تو ایک دم کے لئے بھی وہ چین سے نہیں بیٹھا۔ جب مسلمان یہودیوں کے جھگڑوں میں پھنس رہے تھے تو وہ رات دن ان تدبیروں میں لگا ہوا تھا۔ کہ میعاد صلح کے ختم ہونے تک میں نئی مہم کی پوری پوری تیاری کر لوں۔ وہ عرب کے ایک ایک قبیلے کے پاس گیا۔ اور ہر ایک کو بڑی سرگرمی سے مسلمانوں کے برخلاف برانگیختہ کیا۔ اس نے کوئی پہلو کوشش کا اس باب میں اٹھا نہ رکھا۔ تمام قبائل عرب اور یہود اس کے ساتھ مل گئے ٭

صلح کے سال کا ختم ہونا تھا۔ کہ ابوسفیان نے اپنا ٹڈی دل لے کر مکے سے حرکت کی۔ اس کے ہمراہ دس ہزار مسلح آدمیوں کا لشکر جرار مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ ہر متنفس جوش انتقام میں اس کیفیت سے نکلا کہ گویا جان ہتیلی پر لئے تھا۔ غصے کی آگ انتقام کا جوش۔ اور مار ڈالنے یا مر مٹنے کے شعلے دلوں میں بھڑک رہے تھے۔ اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے ٭

خندق کی لڑائی

محمدؐ صاحب کو اس کی خبر لگی تو بہت تردد ہوا۔ اُن کی تھوڑی سی جمعیت۔ اس پر بھی یہ بے سرو سامانی کہ ہتھیار تو درکنار پہننے کی معمولی پوشاک تک میسر نہ تھی۔ انھوں نے پہلے اُحد کی لڑائی میں بھی بہت نقصان اُٹھایا تھا۔ اب تو دشمن کی جمعیت اور طاقت کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ اس کے علاوہ یہ سخت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینے کے یہودی اور عبداللہ ابن اُبیّ دشمن کے ساتھ نہ مل جائیں آنحضرتؐ کو اس خطرناک حملے سے مدینہ کو بچانے کی بہت فکر ہوئی۔

سلمان فارسی نے جو ایک ایرانی الاصل اور آپ کے خادمانِ جاں نثار میں تھے حضرت کو اس فکر میں دیکھ کر یہ صلاح دی - کہ شہر کے چاروں طرف کچھ فاصلے پر ایک خندق کھدوائی جائے کہ دشمن یک بہ یک شہر پر حملہ نہ کر سکیں - آپ نے اس تجویز کو پسند کیا اور اُسی وقت خندق کا کھدوایا جانا قرار پایا - مگر ان غریبوں کے پاس کون سی سفر مینا کی پلٹن تھی - کہ خندق کھودنے پر لگا دی جاتی آپ ہی بیچارے پھاوڑے سنبھال خندق کھودنے کھڑے ہو گئے - اور اُنہیں مزدوروں کے ساتھ اُنہیں کی طرح آنحضرت بھی کھدائی کے کام پر لگ گئے - ان جاں نثاروں کا تصوّر دل میں لاؤ - دس ہزار مسلح فوج سے جو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق ہے مقابلہ کرنا ہے - خبر ہے - کہ دشمن اب آیا کہ آیا - خندق کا کام شروع ہی ہوا ہے - اس کے فکر میں کھانا پینا سب بھول گئے - کوئی خدا کا بندہ ایک ٹوکری کھجوروں کی لے آیا - مگر کون اپنا کام چھوڑے اور کھائے! مسلمان مورخوں نے اپنی خوش اعتقادی سے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے - کہ کھجوروں کی ایک ٹوکری سے سب آدمیوں کا پیٹ بھر گیا - اور ٹوکری بھری کی بھری باقی رہی ؏

خیر اللہ اللہ کر کے خندق کی کھدائی ختم ہوئی - اور دشمن نے بھی آ سر نکالا - جوں توں کر کے تمام شہر کے مسلمان بھی گرتے پڑتے تین ہزار کے قریب ہو گئے - اور جس حالت میں تھے - اُسی حالت میں دشمن کے مقابلے میں آ جمے - گو کچھ سامان نہ تھا - مگر دلوں میں

زور ایمان تھا۔ دشمن نے آتے ہی سخت دھاوا کیا۔ مگر خندق کے کنارے پر آکر یک لخت رُکنا پڑا۔ اب خندق کے اس پار مسلمان تھے۔ اور اُس پار دشمن کا لشکر پڑا تھا۔ دونوں طرف سے تیراندازی کے وار ہونے شروع ہوئے۔ مسلمانوں سے جس طرح بن پڑا اپنی حفاظت کرتے رہے۔ لیکن عین لڑائی کے وقت آنحضرت کو یہ اندیشہ ناک خبر پہنچی۔ کہ بنو قریظہ جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا عہد وپیمان کر رکھا تھا وہ بھی دغابازی سے دشمن سے جا ملے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی اہل اسلام کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ آنحضرتؐ نے اسی وقت اپنے سب اصحاب کو بُلا کر مشورہ کیا کہ اس حالت میں کیا کرنا چاہیئے۔ اور پوچھا کہ اگر ایسے وقت میں بنی غطفان کو محاصل مدینہ کا ایک ثُلث دینا کر کے اپنے سے ملا لیں تو کیسا ہے؟

بنی اوس کے قبیلے میں سے سعد ابن معاذ ایک نہایت دل چلا اور بہادر شخص تھا وہ اُٹھا اور بولا کہ اگر یہ حکم آپ پر وحی سے نازل ہوا ہے تو ہمیں بسر وچشم منظور ہے۔ اگر یہ آپ کی رائے ہے تو میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ "اے معاذ اگر وحی ہوتی تو مجھے تم سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہوتی؟ یہ میرا اپنا ذاتی خیال ہے۔" اُس نے کہا "اے پیغمبر خدا جب ہم بُت پرست تھے تو ہم نے بنی غطفان کو سوا مہمان داری کی صورت کے کبھی ایک کوڑی خراج نہیں دیا۔ اور اب جب کہ ہمیں

اللہ نے اسلام کی دولت اور آپ کی تابعداری کی عزّت بخشی - تو
ہم اس ذِلّت کو کس طرح گوارا کر سکتے ہیں؟ اگر دشمن میں ہمّت ہے
تو بزورِ شمشیر ہم سے ایک تہائی نہیں بلکہ کُل محاصل مدینہ لے لے -
ہم بھی مرنے مارنے کے لئے تیّار ہو کر آئے ہیں - آنحضرت یہ سُن کر
چُپ ہو گئے ۔

قریش کی شکست

حملوں اور تیر اندازی کا سلسلہ کئی دن تک جاری رہنے کے
بعد قریش کے چند تنومند جوان جن میں عکرمہ ابن ابو جہل اور عمرو
عبدوُدّ بھی تھے - ایک طرف سے موقع پا کر خندق کو پھاند اندر
آ کودے - اور للکار کر پُکارا کہ آؤ کون ہمارا مقابلہ کرتا ہے؟
اہل اسلام میں سے سعد ابن معاذ اور علیؓ اور اَور کئی ایک بہادر
جوان اُن کے مقابلہ کو نکلے - پہلے علیؓ اور عبدوُدّ کا آپس میں مقابلہ
ہوا - القصّہ بہت سے داؤ پیچ کے بعد علیؓ نے عبدوُدّ کا خاتمہ
کر دیا - اس کے بعد لڑائی عام طور کی ہو گئی - جس میں طرفین کا بہت
نقصان ہوا - اور کئی جانیں تلف ہوئیں - سعد ابن معاذ بھی بہت
زخمی ہوئے لیکن اس مقابلہ کے بعد قریش کے جوان بھاگ
نکلے - اس بھاگڑ میں ایک شخص نوفل ابنِ عبدُ اللہ کا گھوڑا
خندق میں گر پڑا - مسلمانوں نے اس پر پتھر پھینکنے شروع کئے -
اُس نے کہا - کہ یوں گرے ہوئے کو مارنا جوانمردی نہیں - اگر کوئی بہادر
ہے تو یہاں نیچے میرے سامنے آئے - اور اپنی شجاعت دکھائے -
حضرت علیؓ یہ سُن کر آنحضرت سے اجازت لے کر خندق میں کود کے

اور کہا۔ کہ نوفل اب اپنی شجاعت مجھے دکھا۔ یہ کہہ دونوں جوان اپنے اپنے جوہر شجاعت دکھانے لگے سخت مقابلہ کے بعد حضرت علیؓ اپنے حریف کا سر ہاتھ میں لئے خندق سے باہر آئے۔ اور عکرمہ کو بھی جو ابوجہل کا بیٹا اور قریش کا معزز سردار تھا سخت زخمی کیا۔ مگر وہ جوں توں کر کے بھاگ نکلا۔ اور گرتا پڑتا اپنے لشکر میں جا ملا۔ یہ معرکہ **جنگ خندق** کے نام سے مشہور ہے ؁

باوجود ان مختصر کامیابیوں کے مسلمانوں کو اتنا حوصلہ نہ تھا۔ کہ خندق کے پار ہو کر لشکر قریش پر حملہ آور ہوں لشکر قریش کو بھی باوجود اپنی کثرت اور اس پھیلاؤ کے کہ تمام جنگل کو گھیرے پڑے تھے ان ایمانداروں پر حملہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ وہ ان کی طاقت ایمان سے خوب واقف تھے۔ اور اس ساز و سامان پر بھی آگے بڑھتے جھجکتے تھے ؁

مسلمانوں نے اب ایک داؤ کھیلا۔ اُنھوں نے ایک شخص کو اس مطلب کے لئے دشمن کی طرف بھیجا کہ وہ کسی نہ کسی طرح ان میں اختلاف ڈال دے۔ چنانچہ پہلے وہ شخص بنو قریظہ کے پاس گیا۔ اور ادھر اُدھر کی باتیں بنا بنا کر کہنے لگا۔ آپ لوگوں کی عقل کہاں گئی۔ کہ مکہ والوں کا ساتھ دیتے ہو۔ اگر وہ ہار گئے۔ تو وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے۔ مگر تم یہیں کے رہنے والے ہو۔ اپنے گھر بار چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ مسلمان تم سے بہت بُری طرح پیش آئیں گے۔ اگر تم اُن کا ساتھ دینا ہی چاہتے ہو۔ تو

پہلے بخوبی اپنی تشفّی کر لو۔ اور ان کے چند رئیسوں کو بطور یرغمال اپنے پاس بُلا لو۔ اور اُن سے یہ اقرار کرا لو۔ کہ جب تک وہ مسلمانوں کو نیست و نابود نہ کر دیں گے۔ تب تک وہ اپنے گھروں کو واپس نہ جائیں گے۔ ان کو یہ پٹی پڑھا کر اب وہ قریش کے پاس گیا۔ اور بہت خوشامد درآمد کی باتیں کر کے کہنے لگا۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ بنو قریظہ جو ظاہرا آپ کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ وہ درپردہ مسلمانوں سے ملے ہوئے ہیں۔ بلکہ اُن کا یہ ارادہ ہے۔ کہ آپ میں سے چند عمائد کو بطور یرغمال اپنے پاس بُلا کر مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ میں نے آپ کو یہ دوستانہ نصیحت کر دی ہے آگے آپ کا اختیار ہے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ طرفین کو یہ پٹی پڑھا وہ تو رفو چکّر ہوا۔ اب ابوسفیان نے جمعہ کی شام کو بنو قریظہ کو کہلا بھیجا۔ کہ کل صبح مسلمانوں پر حملہ کرنا ہو گا۔ آپ تیار رہیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ کل ہمارا سبت یعنی آرام و تعطیل کا دن ہے۔ ہم کچھ نہیں کرینگے۔ اور اگر آپ کو ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ تو پہلے چند رئیس بطور یرغمال ہمارے پاس بھیج دو اور یہ عہد کرو کہ ہمیشہ تمہارا ساتھ دیں گے۔ پس اس سے قریش کو بنو قریظہ کی شرارت کا یقین ہو گیا۔ اس حالت میں اُنھوں نے حملہ کرنے کا ارادہ فسخ کر دیا۔ جبکہ وہ اس ششش و پنج میں پڑے تھے۔ تو ایک دن بڑے زور شور سے آندھی چلی۔ اور سخت طوفان آیا اور اس قدر بارش برسی کہ قریش کے خیمے گر پڑے اور ان کا سامان

اسباب بہہ گیا۔ جہالت اور وہم پرستی کا زمانہ۔ کسی نے یہ اُڑا دیا کہ محمدؐ صاحب نے جادُو کے زور سے یہ طوفان اُٹھایا ہے۔ اور وہ اپنی فوج لے کر قریش پر حملہ کرنے کے لئے آ رہا ہے چنانچہ اُبوسفیان یہ سُن کر حواس باختہ ہو گیا۔ اور اُس نے فوراً بھاگ جانے کا حکم دے دیا۔ اور خود ایک سانڈنی پر سوار ہو کر سب سے پہلے بھاگ نکلا۔ اور یہ آسمانی طوفان اس کے مخلص بندوں کے لئے بارانِ رحمت ثابت ہُوا ✤

مسلمانوں کا بنو قریظہ کے قلعہ پر قبضہ

جب قریش کا کچھ اندیشہ نہ رہا۔ تو اہل اسلام نے بنو قریظہ سے عہد شکنی کا جواب طلب کیا۔ اور دغابازی کے انتقام میں اُن کے قلعے کا محاصرہ کیا۔ چند روز تک تو وہ محصور بیٹھے رہے۔ مگر آخر تابہ کے۔ ناچار ہو کر قلعہ مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑا۔ اور اُنھوں نے قبیلۂ بنی اَوس کی جو اُن کے دوست تھے سفارش کروائی۔ اور یہ درخواست کی کہ مسلمان اس بات میں خود کچھ نہ کریں۔ بلکہ اس قبیلہ کے سردار سعد ابن معاذ کی رائے پر فیصلہ چھوڑ دیں۔ اہل اسلام کو اس کے قبول کرنے میں بہت تامّل تھا۔ اس لئے کہ سعد ابن معاذ بنی قریظہ کا دوست و مددگار تھا۔ اور معاملہ ایسا سنگین تھا کہ مسلمان اس میں بالکل درگزر کرنا نہ چاہتے تھے۔ اگر اتفاق اور خوش نصیبی سے طوفان بارش نہ آجاتا تو جو لشکر بیشمار اقوام عرب کا جمع ہُوا تھا۔ وہ مسلمانوں کو تباہ کئے بغیر کبھی نہ چھوڑتا۔ ایسے نازک موقع پر بنی قریظہ کا جو

دوستی اور مدد کا عہد وپیمان کر چکے تھے دشمن کے ساتھ مل جانا ایک ایسی کارروائی تھی - کہ اگر وہ عمل میں آجاتی تو پھر اہل اسلام کا نام ونشان مدینہ میں نہ رہتا - اس کارروائی کے بعد بجز اس کے کہ بنی قریظہ دین اسلام اختیار کریں کوئی صورت اطمینان کی نہ تھی - کیونکہ وہ اپنے قول کا اعتبار کھو بیٹھے تھے - اور اب ان کی طرف سے کوئی معاہدہ ہوتا تو اس سے اطمینان کی صورت نہ تھی - مگر انہیں مسلمان ہونا ہرگز منظور نہ تھا ۔

سعد ابن معاذ فیصلہ یہودیوں کے قتل کا

آخر سعد نے دونوں فریق سے یہ بات پختہ کر کے کہ میرا فیصلہ قطعی مانا جائے یہ حکم سنایا - کہ بنی قریظہ نے دوستی کا عہد کر کے واقعی بدترین دغابازی اور بغاوت کا ارتکاب کیا - جس کی سزا کسی طرح موت سے کم نہیں ہو سکتی - میں حکم دیتا ہوں - کہ اہل قلعہ میں سے جو مسلح سپاہی ہیں وہ قتل کئے جائیں - اور عورتیں اور بچے غلام بنائے جائیں - اور ان کا مال ومتاع ضبط کر کے سپاہ اسلام میں تقسیم کر لیا جائے ۔

ممکن ہے کہ آنحضرتؐ اس قدر سخت حکم نہ دیتے - لیکن سپاہ بنی قریظہ پر اس قدر آگ بگولہ ہو رہی تھی - اور معاذ کے فیصلے کا قطعی ہونا ایسا صاف طور پر تسلیم ہو چکا تھا - کہ اب اس میں ترمیم ہونا ناممکن تھا - اور حکم صادر ہونے کی دیر تھی - کہ اہل اسلام نے فوراً اس کی تعمیل کرا دی - کہتے ہیں - کہ تقریباً ۲۵۰ مجرم جرم بغاوت میں سزائے موت سے سرفراز ہوئے ۔

یہ سزا بظاہر بہت بے دردی کی صورت رکھتی تھی لیکن جن حالات میں وہ صادر کی گئی۔ اُن کے لحاظ سے غیر منصفانہ نہ تھی۔ اور اس زمانہ کی مہذّب گورنمنٹ کو اگر ایسے واقعات پیش آئیں تو وہ بھی ایسے مجرموں کے لئے یقیناً یہی سزا تجویز کرے۔ اور کچھ شک نہیں کہ دوڈھائی سو مفسدوں کی جانوں کے مقابلے میں تمام ملک کا امن زیادہ وقعت رکھتا تھا۔

جو لوگ ایسے موقعوں پر حضرتؐ کا مقابلہ مسیحؑ یا اور پیشوایانِ دین سے کرتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو ایسے حالات پیش آئے۔ کہ اپنے تابعین کی حفاظت کے لئے انہیں حکومت بھی ہاتھ میں لینی پڑی۔ وہ یوں بھی محافظ کعبہ ہونے کی حیثیت سے عرب میں ایسا اعزاز رکھتے تھے۔ کہ اُن کے خاندان کے آگے تمام ملک کی گردنیں جھکتی تھیں۔ اور اب تو خدا تعالٰی نے خاصی بادشاہت دیدی تھی۔ ایسی حالت میں ان کے احکام کا مقابلہ اگر کیا جاسکتا ہے۔ تو دنیا کے اَور بادشاہوں اور فرمانرواؤں سے ہوسکتا ہے نہ کسی تارک الدُّنیا درویش سے۔ ان دونوں کے طریق میں بے انتہا فرق ہے۔ شیخ سعدی نے کیا ٹھیک کہا ہے ؎

گفت او گلیم خویش بدر مے برد زموج
ویں جہد مے کند کہ بگیرد غریق را

محمدؐ صاحب اور مہاجرین کی یادوطن - حج کعبہ کا شوق - مکّہ والوں کے ساتھ صلح اور عہدوپیمان جدید - آس پاس کے شہنشاہوں کو سفارتیں یہودیوں کی تازہ مخالفت پر کمربستگی - خیبر پر چڑھائی - حضرتؐ کا اخیر حج - اہل روما پر چڑھائی - اہل مکّہ کی عہدشکنی - مکّہ پر چڑھائی - فتح مکّہ +

حُبّ وطن از مُلکِ سلیماں خُوشتر
خار وطن از سُنبل وریحاں خُوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی مے کرد
مے گفت گدا بُودن کنعاں خُوشتر

محمدؐ صاحب اور مہاجرین مکّہ کی یادوطن

محمدؐ صاحب اور مہاجرین کو وطن چھوڑے چھ برس کا عرصہ ہوچکا تھا - اور پردیس کی سختیوں کے عادی ہو گئے تھے - مگر آخر کار وہ اُنس و محبّت جو ہر شخص کو اپنے وطن سے ہوتی ہے - اُن کے سینوں میں بھی جوش زن ہوئی - پردیس میں انسان خواہ کیسے ہی اعلےٰ رُتبہ پر کیوں نہ ہو - کیسے ہی عمدہ سے عمدہ مکان میں کیوں نہ رہتا ہو - لیکن پھر بھی اس کو اپنا وہ پُرانا جھونپڑا جس میں اُس نے جنم لیا تھا - یاد آتا ہے - صرف یاد ہی نہیں آتا - بلکہ اس کے دیکھنے اور اُس میں چند روز بسر کرنے کو جی

ترستا ہے۔ ادھر اس اُنس و محبّت نے اور اُدھر اُس گھر کے جو کُل عرب میں زمانۂ قدیم سے روایتاً مُتبرک اور مُقدّس خیال کیا جاتا تھا۔ دیکھنے کے شوق نے اُن کے دلوں میں ولولہ اور جوش پیدا کر دیا۔ کعبہ کے سالانہ میلہ کا وقت بھی قریب آن پہنچا تھا۔ عرب میں ہر ایک طرف سے اس گھر کے گرد طواف کرنے اور تجارت سے نفع اُٹھانے کی غرض سے تمام قومیں جا رہی تھیں۔ اہل اسلام نے بھی اپنے قومی معبد کی زیارت کی خواہش کی۔ اور اسی وقت مہاجرین اور انصارین میں سے ڈیڑھ ہزار کے قریب زائر ساتھ چلنے کو راضی ہو گئے۔ سفر کی تیّاری کی گئی۔ اور سب کے سب بے ہتھیار اس مقدّس گھر کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ کہ کوئی دشمنی یا لڑائی کا وہم دل میں نہ لائے۔ باوجود اس کے کہ یہ سب لوگ نِہتّے ہتھیار تھے۔ قریش اُن کی آمد کی خبر سُن کر ایک بڑی بھاری فوج لے کر مکّہ کے راستے میں آ پڑے۔ کہ مسلمانوں کو کسی طرف سے بھی اندر نہ گھسنے دیں۔ جب مسلمان وہاں پہنچے۔ تو اُنہوں نے اپنا ایک قاصد قریش کے پاس اپنے آنے کا مقصد بتلانے کے لئے بھیجا۔ مگر وہ نہایت بدسلوکی سے پیش آئے۔ اور کہلا بھیجا کہ ہم مسلمانوں کو مکّہ کی حدود کے اندر گھسنے نہیں دیں گے۔ بلکہ اُنھوں نے اپنے سپاہیوں کو صاف یہ حکم دے دیا۔ کہ جو مسلمان کعبہ کی طرف قدم بڑھائے۔ فوراً اُس کا سر کاٹ ڈالو۔ بعض بے ادبوں نے محمدؐ صاحب کو پتھر بھی مارے اور ان پر تیر چلائے +

حج کعبہ کا شوق

مکہ والوں کے ساتھ صلح عہد و پیمان جدید

یہ حال دیکھ کر مسلمانوں کو بھی بہت غصہ آیا - وہ چند آدمیوں کو پکڑ کر محمدؐ صاحب کے پاس لے گئے - مگر آپ نے اُن کو صاف چھوڑ دیا - اور قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم لڑائی کرنے نہیں آئے ہم دوستی کی راہ سے آئے ہیں ؎

ما برائے وصل کردن آمدیم
نے برائے فصل کردن آمدیم

اُنھوں نے یہ بھی یقین دلایا کہ آپ لوگ جو شرائط پیش کرینگے وہ ہم منظور کریں گے - چنانچہ بڑے ردّ و قدح کے بعد رؤسائے قریش آئے - اور ایک صلحنامہ تیار کیا گیا - جس میں طرفین نے مفصلۂ ذیل شرائط منظور کیں :-

۱ - دس برس تک کوئی فریق ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے +

۲ - اگر کوئی قریش اپنے سرپرست یا سردار کی اجازت کے بغیر محمدؐ صاحب کے پاس چلا جاوے - تو وہ قریش کے حوالہ کیا جائے +

۳ - اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص قریش کے پاس چلا جائے - تو وہ مسلمانوں کے حوالے نہیں کیا جائیگا +

۴ - عرب کے اور قبائل جس فریق کے ساتھ چاہیں گے بلا روک ٹوک مل سکیں گے اس میں کسی کو عذر نہیں ہو گا +

۵ - اب مسلمان آگے نہ بڑھیں - اور واپس چلے جائیں سال آئندہ اُن کو مقدس گھر کا طواف کرنے اور ٹھیرنے کے لئے صرف تین دن کی اجازت ہو گی - مگر اس وقت اُن کو مکّہ میں بالکل بے ہتھیار

آنا ہوگا ؎

اس صلحنامہ کی شرائط سے مجبور ہو کر کُل مسلمان مایوس و دل شکستہ مدینہ کو واپس چلے آئے ؎

محمدؐ صاحب سے پہلے دُنیا میں بہت سے نبی گزر چکے تھے۔ اور ان میں سے بعض جیسے حضرت موسےٰؑ اور حضرت مسیحؑ نہایت اولوالعزم پیغمبر تھے لیکن اُن کی رسالت اور آنحضرتؐ کی رسالت میں یہ بڑا فرق تھا۔ کہ وہ نبی صرف اپنے بھائیوں یعنی بنی اسرائیل کی ہدایت کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ حضرت موسےٰ کی نبوت اور انکی کُل زندگی بنی اسرائیل اور اُن کے ہی معاملات میں صرف ہوئی۔ حضرت مسیحؑ بھی ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ میں بنی اسرائیل کی بھولی بھٹکی بھیڑوں کو راستہ دکھانے آیا ہوں۔ چنانچہ اُنہیں کی ہدایت میں لگے رہے۔ لیکن آنحضرتؐ نے کبھی یہ نہیں کہا۔ کہ "میں بنی اسمعیل کی ہدایت کے لئے آیا ہوں"۔ اُنھوں نے بنی اسمعیل اور بنی اسرائیل کو ایک آنکھ سے دیکھا۔ بلکہ اُنہیں اور تمام دُنیا کو اپنا بھائی جانا اور سب کو یکساں محبت اور دردمندی سے پیغام الٰہی سُنایا۔ بادشاہوں کے شان و شکوہ کا رُعب بھی اُنہیں پیغام الٰہی کے پہنچانے سے مانع نہیں ہوتا تھا۔ وہ جس آزادی سے ایک ادنےٰ غریب آدمی کو صداقت کی طرف بُلاتے تھے اُسی آزادی سے بے دھڑک عظیم الشان بادشاہوں اور شاہنشاہوں کو

حضرت محمدؐ صاحب

پیغام حق بھیجتے تھے۔ چنانچہ اس سال انھوں نے بڑے
بڑے عظیم الشان بادشاہوں اور فرمانرواؤں کو اپنی رسالت
کا پیغام بھیجا۔ اور انہیں دینِ حق کی طرف مدعو کیا۔ جن
جن بادشاہوں کی طرف اس قسم کے فرمان بھیجے گئے۔ ان میں
چار نہایت قابلِ ذکر ہیں:۔

آنحضرت کے
مکتوب الیہ
دستخط ہیں

۱۔ کسریٰ خسرو پرویز۔ شاہِ ایران
۲۔ ہرقل شہنشاہ قسطنطنیہ یعنی قیصر سلطنتِ روما
۳۔ نجاشی شاہِ ابی سینیا یعنی ملکِ حبش
۴۔ شاہِ بنی غسان

جو فرمان ان بادشاہوں کے پاس بھیجے گئے نہایت سادہ
اور ان کا مضمون نہایت مختصر تھا۔ ان کا خاکہ یہ تھا:۔
"یہ خط محمدؐ کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور اس کا پیغامبر ہے
فلاں بادشاہ کی طرف معلوم ہو کہ جس نے توحیدِ الٰہی کے دین
کو اپنا شعار بنایا۔ وہ ہمیشہ کی سلامتی میں آیا۔ میں تمہیں اُسی
دینِ وحدانیت کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے
تو دین و دنیا کی سلامتی پاؤ گے"

کہتے ہیں۔ کہ جب یہ خط کسریٰ شاہ کے پاس پہنچا۔ تو
اُس کے ہاں بڑے دھوم دھام کا جشن ہو رہا تھا۔ شاہ مذکور نے
ابھی اہلِ روما پر بڑی بھاری فتح پائی تھی۔ اور یہ جشن اُسی
فتح کی خوشی میں منایا گیا۔ جب شاہِ ایران کے سامنے یہ چٹھی

بڑھی گئی۔ اور اُس نے اپنا نام محمدؐ کے نام کے بعد سُنا۔ تو
طیش میں آکر غصّے سے اُس چٹھی کے پُرزے پُرزے کر ڈالے +
آنحضرتؐ کو جب اس ماجرے کی خبر پہنچی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔
کہ اگر وہ راہِ حق اختیار نہیں کرے گا۔ تو خدا اُس کی سلطنت کو اسی طرح
ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ جس طرح اُس نے پیغامِ الٰہی کے کئے ہیں۔
چنانچہ چند سال کے اندر ایسا ہی ہؤا۔ کہ سلطنت ایران نیست و
نابود ہوگئی +

ہرقل شہنشاہ قسطنطنیہ کے پاس جب آپؐ کی سفارت پہنچی۔
تو شہنشاہ نے اس کے ساتھ نہایت دوستانہ سلوک کیا۔ نہایت
تعظیم سے اُس پیغام کو دربارِ خاص میں سب کو سُنایا۔ گو شہنشاہ
ساری قوم کے لحاظ سے یک لخت اپنا دین نہیں بدل سکتا تھا۔
مگر اُس نے نہایت اکرام و احترام کے ساتھ بیش بہا تحائف
آنحضرتؐ کے لئے بھیج کر سفارت کو واپس کیا +

نجاشی شاہِ ابی سینیا نے سفارتِ محمدیؐ کی تعظیم و تکریم میں
اور بھی مبالغہ کیا۔ اور آپؐ کی نبوت کی پوری تصدیق کی۔ اور دینِ اسلام
اختیار کیا۔ اور ایک نہایت بیش بہا بادپا گھوڑا۔ اور اصطبلِ
خاص کا ایک بے نظیر خچر۔ جو دُلدُل کے نام سے مشہور تھا۔ اور
خدمتگار کنیز جس کا نام بریرہ تھا آپؐ کی خدمت میں بطور
تحفۂ ناچیز سفارت کے ہمراہ بھیجے +

شاہ بنی غسّان نے سفارت کے ساتھ نہایت بے ادبانہ

سلوک کیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے سفیر کو قتل کروا ڈالا۔ اس بے ادبی سے اگرچہ مسلمانوں کے دلوں کو بہت صدمہ پہنچا۔ مگر اسی واقعہ سے فتح روم شام کا دروازہ کھلا۔ جس کا بیان آگے آئیگا +

یہودیوں کا تازہ مخالفت برکمر بستگی

یہودی ہمیشہ سے مسلمانوں کے مخالف چلے آتے تھے باوجودیکہ اخیر میں ان کو اس قدر مصیبتیں سہنی پڑیں۔ قتل ہوئے۔ جلا وطن کیئے گئے۔ اُن کا مال و اسباب ضبط کیا گیا۔ مگر پھر بھی انھوں نے اپنی دلی عداوت کو نہ چھوڑا۔ اُن کی ایک بڑی بستی مدینہ سے تین چار منزل پر گوشۂ شمال و مشرق کی طرف خیبر کے نام سے مشہور تھی۔ خیبر کے علاقے میں کئی قلعے تھے۔ ان میں ایک قلعہ القموص بہت مضبوط اور نہایت مستحکم تھا۔ وہاں کے یہودی گو پہلے ہی سے مسلمانوں کے دشمن تھے۔ مگر جب اُن کے بھائی بنی نضیر اور بنی قریظہ جلا وطن ہوکر ان کے پاس پہنچے۔ تو اُن کی عداوت بہت بڑھ گئی۔ اور انھوں نے ایک آخری کوشش مسلمانوں کی بیخکنی کی کی۔ اس سازش میں نہ صرف تمام یہودی شامل ہوئے۔ بلکہ وہ ایسی چالیں چلے کہ بعض قبائل عرب بھی اُن کے ہمراہ ہوئے۔ چنانچہ عرب کا قبیلہ بنی غطفان بھی بڑی بھاری جمعیت سے ان کے ساتھ ملنے کو تیار ہوگیا۔ اور مسلمانوں پر ایک نہایت سخت حملہ کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ مسلمانوں کو بھی خبر لگ گئی۔ انھوں نے دیر کرنی مناسب

خیبر پر چڑھائی

نہ جائیں اور قبل اس کے کہ ان کی پوری تیاریاں ہوں ابتدائے محرم سنہ ۷ ہجری کو چودہ سو آدمی قلعہ خیبر پر جا چڑھے۔ ابھی تک یہودیوں کے پاس باہر سے مدد نہ پہنچی تھی۔ وہ تاب مقابلہ نہ لاکر قلعوں میں محصور ہو بیٹھے۔ مگر مسلمان جانبازی بھی ایسی جان توڑ کر لڑے کہ ہر ایک قلعہ یکے بعد دیگرے فتح کر لیا۔ اور بالآخر القموص بھی جو سب سے زیادہ مستحکم اور مضبوط تھا مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ القموص کے فتح ہوتے ہی اردگرد کے تمام یہودیوں کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور ان کے قبائل نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اب خیبر کے تمام یہودیوں نے یک دل ہو کر محمد صاحب سے معافی مانگی۔ اور نہایت عاجزی سے نیک سلوک کی درخواست کی۔ محمد صاحب نے ان کی ملکیت اراضی اور کل جائداد غیر منقولہ اس شرط پر ان کو واپس دیدی۔ کہ آیندہ وہ کبھی مسلمانوں کے برخلاف سر نہ اٹھائیں۔ انہیں پوری مذہبی آزادی کے ساتھ اپنے دین پر رہنے کی اجازت دی گئی۔

کہتے ہیں۔ کہ جب محمد صاحب اس فتح کے بعد خیبر میں داخل ہوئے۔ تو ایک یہودن نے ان کی دعوت کی۔ آپ نے اس کی خوشی کے لئے دعوت منظور کی۔ مگر اس بدباطن عورت نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ چنانچہ آپ کے رفیقوں میں سے ایک شخص تو کھاتے ہی مرگیا۔ اور محمد صاحب نے ایک ہی لقمہ کھایا تھا۔ کہ ان کو کھانا بدمزہ معلوم ہوا۔ انھوں نے اسی

وقت کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا - مگر جو ایک دو لقمے کھائے تھے -
اُنھوں نے بھی محمدؐ صاحب کو بہت ہی تکلیف دی - ان کی صحت
خراب ہوگئی - اور اس کا اثر اُن کی اخیر زندگی تک قائم رہا -
یہاں تک کہ مرتے دم بھی اُنھوں نے اُسی زہر کی شکایت کی -
مگر باوجود اس شرارت کے اُنھوں نے عورت جان کر اُس کو کچھ
نہ کہا - اور اسے اپنے قبیلے میں آرام و چین سے رہنے کی
اجازت دی گئی +

جب محمدؐ صاحب خیبر سے مدینہ میں پہنچے - تو اُن کو خبر ملی
کہ اُمّ حبیبہ بنت اُبوسفیان کا خاوند ابی سینیا میں مرگیا -
اور وہ مدینہ میں آئی ہے - اُمّ حبیبہ نہایت صادق الایمان
عورت تھی - چونکہ اُس کا باپ حضرت کا جانی دشمن تھا - اسلئے
وہ اپنے وطن مکہ جانے سے ڈرتی تھی - اس نے چاہا کہ نبی سودا
کی طرح مجھے بھی حضرت زوجیت سے شرف دے کر پناہ میں
لیں - حضرت نے اس تعلق میں ایک بہت بڑا فائدہ دیکھا -
انھوں نے سوچا - کہ اس شادی سے مجھ میں اور اُبوسفیان
میں ایک نہایت قریبی رشتہ قائم ہوجائیگا - اور پُرانی عداوت
جاتی رہیگی - اُمّ حبیبہ ادھیڑ عمر کی عورت تھی - اور اس کے
ہاں پہلے خاوند سے لڑکی بھی تھی - جس کو حبیبہ کہتے تھے -
اور اسی وجہ سے وہ اُمّ حبیبہ کہلاتی تھی - محمدؐ صاحب نے
اس سے نکاح کرلیا +

ساتویں برس کے اخیر میں مسلمان اُس صلحنامہ کی شرائط کے بموجب جو قریش نے اُن سے کیا تھا۔ مکہ کی طرف گئے۔ اور اپنے دل کی اُس قدرتی خواہش کو جو ہر ایک فرد بشر میں وطن کو دیکھنے کی ہوتی ہے پُورا کیا۔ وہ تین دن تک کعبہ میں رہے۔ اور اُس رسم عبادت کو جو اُن کے دادا ابراہیم کے وقت سے مقدس گنی جاتی تھی بجالائے۔ اس واقعہ کو مسلمان مؤرخوں نے عمرۃ القضا کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس شکرگزاری میں کہ اہل اسلام کو اپنے وطن کے دیکھنے اور زیارت کعبہ کی اجازت دی گئی۔ محمدؐ صاحب کا ارادہ ہوا کہ جانے سے پہلے وہ اہل مکہ کی ضیافت کریں۔ اور اُن کے اس عہد و پیمان کو پُورا کرنے کا شکریہ ادا کریں۔ مگر انھوں نے کہلا بھیجا کہ تین دن مکہ میں ٹھیرنے کے گُزر چکے ہیں۔ اب مسلمان فوراً شہر سے نکل جائیں۔ حضرتؐ یہ پیغام سُن کر فوراً شہر سے باہر ہو گئے۔ اور چند میل کے فاصلے پر جنگل میں جا کر خیمے ڈال دیئے۔ محمدؐ صاحب اور اُن کے سب تابعین نے اس خوبی سے برتاؤ کیا کہ قریش کے دلوں پر بے انتہا اثر ہوا۔ اُن میں سے بہت سے اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ بہادر خالد ابن ولید نے جو ان کا جانی دشمن اور جنگ اُحد میں اُن کی جان کا خواہاں تھا۔ اُن کی اس عالی ہمتی اور کُشادہ دلی کا قائل ہو کر اسلام قبول کیا۔ اور مشہور و معروف شاعر عمرو ابن العاص بھی جس نے

حضرتؐ کی ہجو میں قصائد لکھے تھے مسلمان ہوگیا ٭

اس وقت محمدؐ صاحب نے قبیلۂ قریش کی ایک بڑھیا عورت سے جس کا نام **میمونہ** تھا نکاح کیا۔ یہ نکاح خالد ابن ولید کے ساتھ تعلّقات قریبہ پیدا کرنے کے لئے کیا گیا۔ میمونہ کی عمر اُس وقت پچاس سال سے بھی زیادہ تھی۔ جن مقاصد کو مدّ نظر رکھ کر یہ نکاح کیا گیا تھا۔ اُن میں محمدؐ صاحب پُورے پُورے کامیاب ہوئے۔ خالد ابن ولید جیسے جانی دشمن ان کے دوست جان نثار بن گئے ٭

چونکہ شاہ بنی غسان نے مسلمانوں کے ایلچی کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس واسطے مسلمانوں نے اُس سے انتقام لینے کیلئے تین ہزار آدمیوں کو روانہ کیا۔ قبیلہ بنی غسان عیسائی تھا۔ اور ہرقل شاہِ قسطنطنیہ کا باجگذار تھا۔ اس لئے اُس نے اُن کی مدد کے لئے ایک جرّار فوج روانہ کی۔ اس فوج کا مسلمانوں سے شہر **موتہ** کے قریب جو شام میں واقع ہے۔ مقابلہ ہو کر سخت جنگ ہُوئی۔ جس میں طرفین کا بہت نقصان ہُوا۔ مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں گو مسلمان کامیاب ہوئے مگر اُن کا اس قدر نقصان ہُوا۔ کہ وہ اس فتح سے کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکے اور ناچار مدینہ کو واپس چلے آئے ٭

صلحنامہ حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ قریشِ مکہ اہل اسلام کے طرفداروں اور ہم عہدوں سے تعرض

فتح مکہ کی [illegible]

نہ کریں۔ اور اہل اسلام قریش کے طرفداروں سے نہ لڑیں لیکن قریش مکہ نے تھوڑے دنوں میں ہی اس صلحنامہ کو بالکل الائے طاق رکھ کے پھر چھیڑ چھاڑ اٹھائی۔ قبیلہ بنی خزاعہ آنحضرت کا طرفدار تھا۔ اور قبیلہ بنی بکر قریش کا مددگار تھا۔ اتفاق سے ان دونوں قبیلوں میں کسی بات پر لڑائی چھڑ گئی۔ بنی خزاعہ مسلمانوں کے دوست تھے۔ انھوں نے اہل اسلام سے مدد مانگی۔ اہل اسلام شرائط صلحنامہ کے بموجب مدد دینے سے معذور تھے۔ وہ مدد دینا چاہتے تھے۔ مگر معاہدہ کی موجودگی میں کس طرح مدد دیتے؟ اپنے قول کا پاس کرکے خاموش رہ گئے۔ مگر قریش نے بنی بکر کو مدد دینے میں ذرا تامل نہ کیا۔ انھوں نے جھٹ تیاریاں شروع کر دیں۔ اور سرداران قریش میں سے بعض سردار بھیس بدل کر خود لڑائی میں شامل ہوئے۔ جس سے سراسر یہ مقصود تھا کہ طرفداران اہل اسلام کو ضعف پہنچایا جائے ؛

اس لڑائی نے ایک اور برا پہلو اختیار کیا۔ یعنی قریش مکہ نے بنی خزاعہ کے ساتھ لڑائی کرنے میں یہاں تک زیادتی کی کہ لڑتے لڑتے حرم محترم کے حدود کے اندر آ گھسے ہرچند بنی خزاعہ نے فریاد کی اور چلائے کہ خدا سے ڈرو۔ حرم محترم کی عزت رکھو۔ مگر قریش نے ایک نہ سنی۔ اور سخت ظلم سے بیس مسلمانوں کو شہید کیا ؛

عمرو بن خزاعی آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا۔ اور قریش مکّہ کی
اس عہد شکنی اور ظلم و تشدّد کا حال سُنایا۔ یہ کارروائی صرف
شرائط صلحنامہ اور معاہدہ کے ہی خلاف ورزی نہ تھی۔ بلکہ
اُن حرکات سے قریش نے اپنے اُس قدیمی پاک دستور
کو بھی توڑ ڈالا۔ کہ کوئی شخص حرم محترم کے حدُود کے اندر
کُشت و خُون کا مُرتکب نہ ہو۔ ابراہیم کے زمانے سے حرم
کی اِس قدر عزّت ہوتی چلی آئی تھی کہ اگر کوئی شخص خُون کر کے
حرم کی حدود میں آ جاتا۔ تو کسی کی مجال نہ تھی کہ اُسے گرفتار
کرے۔ چہ جائیکہ اس مُقدّس حدُود میں اِنسان کا خُون
بہایا جائے۔

آنحضرتؐ کو قریش کی عہد شکنی سے بہت رنج ہُوا۔ اور
بنی خزاعہ پر نہایت رحم آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر میں اب
تمہاری مدد نہ کروں تو خدا تو میری مدد نہ کیجیو۔ آپ کا یہ فرمانا
تھا۔ کہ اہلِ اسلام نے مکّے پر چڑھائی کی تیّاریاں شروع کر دیں
۱۷۔ رمضان المبارک کو صاف طور پر اس کا اعلان کر دیا گیا۔
چنانچہ بہت جلد دس ہزار آدمیوں کا لشکر آپ کے
زیرِ رکاب جمع ہو گیا۔ اور آپ نے اس لشکر کے ساتھ
مکّے کو کوچ کیا۔

مکّہ پر چڑھائی

اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ اِس موقع پر توریت مُقدّس کی
وہ پیشینگوئی پُوری ہُوئی۔ جس میں پہلے نبیوں نے حضرت موسےٰ-

حضرت عیسےٰؑ اور حضرت محمدؐ صاحب تینوں نبیوں کے آنے کی خبر دی تھی - چنانچہ کتاب استثنا باب ۳۳ میں یوں لکھا ہے :-
"خداوند سینا سے آیا - اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا - **فاران** کی چوٹیوں سے وہ جلوہ گر ہوا - **دس ہزار قدوسی** اس کے ساتھ ہیں - اُس کے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت ہے" *

اس پیشینگوئی میں کوہ سینا سے آنے والا موسےٰ نبی ہے اور شعیر سے طلوع ہونے والا مسیح ہے - اور **فاران** پر جلوہ گر ہونے والا نبی **محمدؐ** صاحب ہیں - کیونکہ فاران نام ہے مکے کے پہاڑ کا - چنانچہ محمدؐ صاحب کی نبوّت سے پہلے کا زمانہ یوں بیان کیا گیا ہے ؎

نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

غرض یہ لشکر بلا مزاحمت منزلیں طے کرتا مکّے کے قریب جا پہنچا - قریش مکّہ کو بھی شائد بھنک پہنچ گئی تھی - انھوں نے بھی مقابلہ کی تیاریوں کا ارادہ کیا - لیکن اب عرب میں اہل اسلام کی ایسی دھاک بندھ گئی تھی - کہ لشکر کے آمد کی خبریں سُن سُن کر قریش مکّہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے - ابوسفیان لشکر اسلام کا کھوج لیتا پھرتا تھا - وہ ایک شام اُسی جنگل میں آپہنچا جہاں لشکر اُترا ہوا تھا - جنگل میں ہر طرف

کوسوں تک آگ جلتی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جدھر نظر اُٹھاتا تھا ہر طرف سپاہِ اسلام بکھری دکھائی دیتی تھی ؂

حضرتؐ کے چچا عباسؓ اپنی بلند آوازی میں مشہور تھے۔ وہ جو بات آہستہ سے بھی کہتے تھے۔ وہ دوسروں کے چلانے کے برابر ہوتی تھی۔ اُنھوں نے کسی سے کہا کہ اگر اب قریش نے ذرا سی بھی مزاحمت کی تو مکّے سے اُن کا نام و نشان مٹ جائیگا۔ یہ بات ابوسفیان کے کان میں پہنچ گئی۔ وہ ڈرتا ڈرتا حضرت عباسؓ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا کہ آپ ہمارے بزرگ ہیں ہمارے لئے جو بات بہتر ہو وہ ہمیں بتلائیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ بس تمہارے دین و دُنیا کے لئے یہی بہتر ہے۔ کہ تم حضرتؐ کی خدمت میں ابھی چلو۔ اور خدائے واحد پر ایمان لے آؤ۔ یہ باتیں ہورہی تھیں کہ کہیں حضرت عمرؓ نے دُور سے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ وہ ننگی تلوار لے کر لپکے۔ اور کہا اس کافر کو یہاں کون لایا۔ عباسؓ نے بڑی مشکل سے اُنھیں روکا۔ اور جلد دوڑتے ہوئے حضرتؐ کی خدمت میں گئے۔ اور اجازت لے آئے۔ کہ ابوسفیان کو کوئی قتل نہ کرے۔ تھوڑی دیر میں ابوسفیان بھی حضرتؐ کی خدمت میں آپہنچا۔ حضرتؐ نے نہایت شفقت سے اُس کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ آپؐ نے ازراہِ محبت اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بہت سی ہمدردی سے اُسے سمجھایا کہ دیکھو ابوسفیان ذات پاک اللہ کے سوا کوئی چیز

ایسی نہیں کہ اُس کی عبادت کی جائے - اسی کی عبادت سچی عبادت ہے - اور اسی کا دین سچا دین ہے - جن چیزوں کی تم پرستش کر رہے ہو وہ تمہیں کوئی فائدہ یا ضرر نہیں پہنچا سکتے - میں جو کچھ تمہیں کہہ رہا ہوں تمہاری ہی بھلائی کے لئے کہہ رہا ہوں ؛

ابوسفیان نے کہا اے رسول خدا آپ کے رحم اور حلم کی ہم سے تعریف نہیں ہو سکتی - ہم نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا ہمیں خوب طرح یاد ہے - اور اس کے عوض جو شفقت آپ ہم پر نثار فرما رہے ہیں وہ بھی عیاں ہے - میرا دل گواہی دیتا ہے کہ واقعی وہ چیزیں جن کی ہم پرستش کرتے تھے پرستش کے قابل نہ تھیں - وہ ہماری مدد کرتیں - تو ہم کیوں ذلت پر ذلت اٹھاتے اور شکست پر شکست کھاتے ہیں ؟ میں لوگوں کے سامنے سچے دل سے بت پرستی چھوڑ کر خدا کا سچا دین توحید اختیار کرتا ہوں ؛

لشکر اسلام میں ذرا سی دیر میں یہ خبر ہوا کی طرح ہر طرف اُڑ گئی مسلمانوں نے بڑی خوشیاں منائیں - اور جس ذلت اور حقارت سے ابوسفیان کا ذکر کیا جاتا تھا ویسی ہی عزت حرمت سے اس کا ذکر ہونے لگا ؛

فتح مکہ

اگلی صبح لشکر اسلام آراستہ اور مرتب ہو کر مکے کی طرف بڑھا چند لوگ پہاڑیوں پر کھڑے ہوئے لشکر کا کوچ دیکھ رہے تھے -

شاید اہل مکّہ نے اُن کو دیکھنے کے لئے بھیجا تھا۔ سب سے اوّل قبیلہ بنو سلیم کا دستۂ فوج گزرا۔ یہ لوگ اپنی شجاعت میں نہایت نامور تھے تمام فوج ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے نیزے ہلاتے ہوئے بلند آوازوں سے تکبیریں کہتے چلے جاتے تھے۔ اہل اسلام کا شیر ببر خالد بن ولید اُن کا سپہ سالار تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں نشانِ فوج تھا۔ اس کے بعد زبیر بن عوام کی سپاہ آئی۔ اُن کے ہاتھ میں لڑائی کا سیاہ نشان تھا۔ اُن کے ہتھیار صبح کی دھوپ میں ایسے چمک رہے تھے کہ آنکھوں میں چکا چوند ہوتی تھی۔ اس کے بعد بنو کعب بن عامر اور اُن کے بعد قبیلہ مزینہ کی فوجیں دو نشان جنگ لئے ہوئے بڑی شان و شوکت سے گذریں۔ اس کے بعد حضرت بذات خود قصوا اونٹنی پر سوار تشریف لائے۔ آپ اس روز سر پر سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور نہایت پُردرد لہجہ میں بلند آواز سے سورہ انّا فتحنا پڑھتے جاتے تھے۔ آپ کے دائیں بائیں مہاجر و انصار کی پانچ پانچ ہزار کی فوجیں تھیں۔ یہ لوگ محبت الٰہی میں سرشار اور حضرت پر دل و جان نثار کرنے کو ہمہ تن تیار تھے۔ یہ عظمت و ہیبت دیکھ کر لوگوں کا دل لرزتا تھا +

جب لشکر اسلام مکے کے بالکل قریب پہنچا۔ تو ابوسفیان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اگر مجھے اجازت ہو تو میں دوڑ کر مکے میں جاؤں اور قریش کو سمجھاؤں کہ وہ کہیں بیوقوفی

سے ضد اور مقابلہ کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ آپ نے اجازت دی۔ اور وہ دوڑ کر اہل مکہ کے پاس گیا۔ اور کہا کہ اے میرے دوستو اور بھائی بندو! میں تو مسلمان ہو گیا ہوں۔ ہمارے جھوٹے دین نے جو کچھ ہمیں نقصان پہنچایا وہ تمہیں بخوبی معلوم ہے۔ اس وقت جان کی سلامتی اور عاقبت کی بہتری اسی میں ہے۔ کہ تم بُت پرستی چھوڑ دو اور ایک خدا کی پرستش اختیار کرو۔ چونکہ دو طرف سے اہل اسلام کا لشکر چلا آ رہا ہے۔ کوئی طاقت اب اس کو نہیں روک سکتی۔ اور اس کو روکنے کی کوشش کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ اور مکے میں خون کی ندیاں جاری کرانا۔ اور یہ سب کچھ بالکل بے سود اور لاحاصل ہے۔ میری طاقت اور شجاعت سے تم لوگ پورے واقف ہو آخر کوئی چیز ہے۔ جس نے میرے دل کو بدلا ہے۔ تم کو میں نے وقت پر خبر کر دی ہے۔ اب ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار ہے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ابوسفیان کی بیوی یہ سُن کر کہ اُس کا شوہر مسلمان ہو گیا ہے۔ آگ بگولا ہو کر دوڑی آئی۔ اور ابوسفیان کی داڑھی پکڑ کر اُسے اس قدر پیٹا کہ بُرا حال کر دیا۔ اور لوگوں کو بہت شرمندہ کیا کہ اے آل غالب تمہاری غیرت کہاں گئی؟ اس بڈھے بیوقوف کو مارو اور ذلیل کرو۔ یہ ہم لوگوں میں آ کر کیا بیہودہ باتیں بکتا ہے؟ اسی اثنا میں لشکر کا گرد و غبار شہر

میں آ پہنچا۔ اور اس کا شور و شغب سنائی دینے لگا۔ چند منٹ میں فوجیں یکے بعد دیگرے بڑے دھڑلے سے سیدھی شہر میں بڑھی چلی آئیں۔ قریش کو سامنے آنے یا ہوں تک کی ہمت نہ ہوئی۔ البتہ عکرمہ ابنِ ابوجہل و غیرہ اور شرارت سے باز نہ آیا۔ وہ اور اس کے چند دوست ایک قریشی فوج کا دستہ لئے کہیں گھات میں بیٹھے تھے۔ انھوں نے لشکر خالد پر اچانک حملہ کیا۔ جس میں دو مسلمان سپاہی مارے گئے۔ خالد بن ولید نے نرمی سے انہیں بہت سمجھایا اور کہا کہ ناحق کیوں بے موقع کرتے اور جانیں کھوتے ہو۔ حضرت کے حکم کی دیر ہے ہم تمہیں چند لحظوں میں پیس کر رکھ دیں گے۔ اس تھوڑی سی مٹھ بھیڑ میں بھی قریش کے اٹھائیس آدمی ہلاک ہوئے۔ اور انھوں نے دیکھ لیا۔ کہ اب لشکر اسلام ہمارے بس کا نہیں ۔

حضرت نے اونٹنی کی سواری پر ہی خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد اس کے اندر داخل ہو کر جو تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت رکھے تھے۔ ان سے اس مقدس جگہ کو پاک کیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ جس بت کے آگے جاتے تھے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتے تھے۔ جس کا یہ ترجمہ تھا۔ کہ **حق آیا اور جھوٹ گیا**۔ یہ پڑھ کر بت کے سر پر چھڑی مارتے تھے۔ وہ اوندھے منہ نیچے گر پڑتا تھا۔ سب سے بڑا بت ہبل تھا۔ جس پر مشرکوں کو بڑا بھاری ناز تھا۔ اور ہر مشکل و مصیبت کے وقت

اس کے آگے سر جھکاتے تھے۔ یہ اتنی اونچی جگہ پر نصب تھا۔ کہ وہاں تک حضرتؐ کے ہاتھ کی چھڑی بھی نہ پہنچی۔ اس بُت کو حضرت علیؓ نے اوپر چڑھ کر توڑا ؛

آپ نے خانۂ کعبہ کے اندر کی دیواروں پر سے دیوتاؤں کی تصویریں مٹوائیں اور پانی سے خُوب دُھلوا کر اس مسجدِ ابراہیمی کو نجاستِ بُت پرستی سے پاک کیا۔ اب آپ شہر کی طرف آئے۔ یہ وقت بہت نازک تھا۔ ہر شخص کو یہ یقین تھا کہ اب شہر کی خیر نہیں۔ آنحضرتؐ قتل عام کا حکم دیں گے۔ اور جو جو اذیّتیں اُنہیں دی گئی تھیں۔ آج اُن کا خوب بدلہ لیں گے۔ لوگ اس خیال سے کانپے جاتے تھے۔ اور جانتے تھے کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ لوگ شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے تھے۔ کہ آپؐ نے فوراً منادی کرائی۔ کہ کوئی مسلمان تلوار نہ چلائے۔ اور مکّہ کا کوئی آدمی شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ آج لڑائی اور بدلہ کا دن نہیں ہے۔ آج رحمت اور شفقت کا دن ہے۔ مَیں تمہارا دُشمن ہو کر نہیں آیا ہُوں۔ نہ مَیں تم سے کسی قسم کا بدلہ لونگا۔ مَیں تم سے وہ سلوک کرونگا۔ جو یُوسفؑ نے مصر میں اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ مَیں تم کو جھڑکی تک بھی نہ دونگا" ؛

باوجود ان باتوں کے انصاف بھی آخر کچھ چیز ہے عکرمہ نے جو بے موجب حملہ کر کے دو بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اور اس خوشی کے وقت ان دو بے گناہوں کے گھر میں ماتم بپا

ہوا۔ اس کا انصاف بھی آخر خدا کی شریعت میں کچھ تھا؟
اس جرم کی سزا میں عکرمہ کو ماخوذ کرنے کا حکم دیا گیا۔ وہ یہ خبر
سن کر مکے سے بھاگ نکلا۔ اور روپوش صحرا بصحرا خاک چھانتا
پھرا۔ اس کے بال بچے لاوارث رہ گئے۔ اس حالت میں عکرمہ
کی بیوی حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اپنی پریشانی
اور مصیبت و سرگردانی رو رو کر بیان کی۔ اور نہایت عاجزی
سے عکرمہ کے خون کی معافی مانگی۔ حضرت نے مسلمان مقتولوں
کے وارثوں کو خون کی معافی پر رضامند کیا۔ پھر عکرمہ کی بیوی کو
اطلاع دی۔ کہ عکرمہ کی جاں بخشی کی گئی۔ تب وہ اپنے شوہر کی
تلاش میں نکلی۔ اور بڑی مشکلوں سے اُسے ڈھونڈ کر واپس
شہر میں لائی۔ عکرمہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اپنی
بیوی کو بطور سفارشی ہمراہ لایا۔ اس شخص کا باپ ابوجہل حضرتؐ
کا جانی دشمن تھا۔ اور وہ حضرتؐ کا نام و نشان مٹانے کی کوشش
میں ہی جان کھو بیٹھا تھا۔ وہی زہریلا خون عکرمہ میں تھا۔ جب
تمام قریش بے دل ہو کر بیٹھ رہے۔ اس روز بھی وہ مسلمانوں
کو قتل کرنے سے نہ چوکا۔ ایسے شخص کا راہِ حق پر آنا کیسی
خوشی کی بات تھی۔ جس وقت عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا۔
آنحضرتؐ ایک خیمے میں تشریف رکھتے تھے۔ اس نے اندر آنے کی
اجازت چاہی۔ حضرتؐ اُس وقت بخوبی لباس پہنے ہوئے
نہیں تھے۔ آپ نے یوں ہی چادر کندھوں پر ڈال لی اور جلد خوشی

میں اُن کو اندر بُلا لیا۔ عکرمہ کی ماں چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ساتھ تھی۔ پیچھے پیچھے خود تھا حضرتؐ مارے خوشی کے کھڑے ہو کر اپنی جگہ سے کود پڑے۔ یہاں تک کہ چادر آپؐ کے کندھوں سے کھسک کر نیچے آگئی۔ اور عکرمہ کے ساتھ اس تپاک سے ملے گویا اس نے کبھی کوئی مخالفت نہیں کی تھی۔ اب اُس نے نہایت سچے دِل سے اسلام قبول کیا۔ اور اُس وقت سے حضرتؐ کا جاں نثار خادم بن گیا +

ہبار بھی آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ یہ وہ شخص تھا کہ جب آنحضرتؐ کی صاحبزادی **زینبؓ** مکے سے مدینے آتی تھی تو اس شخص نے ان کو پتھر مارے تھے حضرت زینبؓ حمل سے تھیں۔ آپ کو اس حالت میں اس قدر ضربات شدید پہنچیں کہ مدینے میں آکر صدمۂ ضربات سے انتقال ہوگیا۔ لوگوں کو خیال تھا کہ یہ شخص حضرت زینبؓ کے خون کے قصاص میں ضرور قتل کیا جائے گا۔ مگر حضرتؐ نے بڑی دریا دلی سے اپنے جگر گوشہ کے قاتل کی جان بخشی +

وحشی بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے آپؐ کے چچا حمزہؓ کا گلا کاٹا تھا۔ حضرت صفیہؓ کو جو آنحضرتؐ کی پھوپھی تھیں اپنے بھائی کے قتل کا سخت صدمہ تھا۔ اس موت نے تمام خاندان نبوی کو بے انتہا قلق و صدمہ ہوا تھا ہر شخص کو یقین تھا۔ کہ وحشی قصاص حمزہ میں ضرور قتل کیا جائے گا

حضرتؐ کو بھی اس پر بہت غصہ تھا۔ اس لئے آتے ہی سب سے اوّل یہ بات کہی کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت نے یہ خون بھی معاف فرمایا ❊

مسماۃ ہندہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ یہ ابوسفیان کی بیوی تھی جس نے اپنے شوہر کی ڈاڑھی پکڑ کر اسے جوتیوں سے پیٹا تھا۔ کہ یہ مسلمان کیوں ہو گیا۔ جب وحشی نے حمزہؓ کا گلا کاٹا تو اس عورت نے بے دردی کا وہ کام کیا جو شاید ہی کسی اَور نے کیا ہو۔ اس نے حمزہؓ کا پیٹ چیر کے کلیجہ نکالا۔ اور اُس کو اپنے دانتوں سے چبایا۔ اور مُردہ لاش کے ناک اور کان کاٹے۔ اہل مکّہ کو یقین تھا۔ کہ یہ عورت کسی طرح معاف نہیں ہو سکیگی۔ وہ خود نہایت شرمندہ اور اپنی نالائقیوں سے پشیمان تھی۔ اس لئے شرمندگی کی وجہ سے اپنا مُنہ نقاب سے چھپالیا۔ اور بہت سی عورتوں میں مل کر آئی۔ اور چھپ کر پیچھے کھڑی ہو گئی۔ مگر حضرتؐ کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ ہندہ ہے۔ آپ نے اُسے بھی معاف فرمایا۔ اور کہا کہ ہندہ بہت اَچھّا ہُوا کہ تو مسلمان ہو گئی۔ پھر اُسے تعلیم اسلام سے آگاہ کیا۔ کہ تم کو صرف ایک خُدا کی پرستش کرنی ہو گی۔ خُدا کے سوا کسی اَور کو معبُود نہ بنانا۔ جھُوٹ نہ بولنا۔ ہر قسم کی بدکاری و بدکرداری سے باز رہنا ❊

غرض یہ نظارہ دیکھنے کے قابل تھا جبکہ محمدؐ صاحب

کوہِ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اہلِ مکہ چاروں طرف سے آتے۔ اپنی بے وقوفیوں کا اقرار کرتے۔ اسلام اختیار کرتے اور اپنی نالائقیوں کی معافی چاہتے تھے۔ غرض تھوڑی دیر میں قریش مکہ بغیر کسی قسم کے جبر کے اپنے دل کی خوشی سے بُت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ جو لوگ صدیوں سے خداوند تعالیٰ سے سرکشی کر رہے تھے۔ اُن کے سر خدا سے کریم کے آگے نہایت عجز کے ساتھ جھک گئے ؎

کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے
دیئے سر جھکا اُن کے مالک کے آگے

اس کُل واقعہ کو طوطیِ ہند شمس العلماء خواجہ **الطاف حسین صاحب حالی** نے اپنے مشہور مسدس میں یوں قلمبند کیا ہے:۔

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر
تمام اہلِ مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور
سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر

یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا
کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا
تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا

کہ فوج [illegible]
پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پاکر

کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے
کہ بچپن سے صادق ہے تُو اور امیں ہے

کہا گر مری بات یہ دلنشیں ہے ۔ تو سُن لو خلاف اسمیں اصلا نہیں ہے

کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا
ڈرو اُس سے جو وقت ہے آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ۔ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اِک لگن سب کے دل میں لگا دی ۔ اِک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غُل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے

سبق پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا ۔ حقیقت کا گُر ان کو اِک اِک بتایا
زمانہ کے بِگڑے ہوؤں کو بنایا ۔ بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

کُھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اُٹھا کر

کسی کو ازل کا نہ تھا یاد پیماں ۔ بُھلائے تھے بندوں نے مالک کے فرماں
زمانے میں تھا دورِ صہبائے بطلاں ۔ مئے حق سے محروم تھی بزم دوراں

اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک
خُمِ معرفت کا تھا منہ خام اب تک

نہ واقف تھے انساں قضا و جزا سے ۔ نہ آگاہ تھے مبدا و منتہے سے
لگائی تھی اک اک نے لو ماسوا سے ۔ پڑے تھے بہت دُور بندے خُدا سے

یہ سُنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا
یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق ۔ زباں اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق — اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لَو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم — اُسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اُسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

مبرّا ہے شرکت سے اُس کی خدائی
نہیں اُس کے آگے کسی کو بڑائی

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں — مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں — نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

نصاریٰ نے جس طرح کھایا ہے دھوکا — کہ سمجھے وہ عیسیٰ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا — مری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

سب انساں ہیں جس طرح واں سرفگندہ
اُسی طرح ہوں میں بھی اک اُس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم — نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم — کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اُس کا اور ایلچی بھی

آنحضرتؐ سے رفیقانِ مدینہ نے یہ اقرار لے رکھا تھا

مکہ جانا نصیب ہو۔ تو ہم خاکساران مدینہ کو نہ بھول جائیں بلکہ بدستور ہم غریبوں کے شہر میں ہی تشریف فرما رہیں چنانچہ اس اقرار کے بموجب حضرت نے اپنے وطن اور وہاں کے گلی کوچوں کو دیکھ کر اور چند روز ٹھیر کر مدینے کی طرف مراجعت فرمائی ۔

اسی اثنا میں قبیلہ بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے شرارت پسند لوگوں نے ایک بڑی جمعیت پیدا کر کے مکہ پر چڑھائی کی تیاریاں کیں مسلمان بھی اس نئے دشمن کے مقابلہ کیلئے نکلے - ان مسلمانوں میں سب سے اوّل پیش قدمی کرنے والے قریش مکہ تھے - صداقت کا زور دیکھو جو لوگ کل محمد صاحب کے خون کے پیاسے تھے - آج وہ اُن کے لئے سر کٹانے اور خون بہانے کو نکلے ہیں - مکہ سے دس میل کے فاصلے پر لڑائی ہو کر بنی ثقیف اور بنی ہوازن کو شکست ہوئی - بنی ثقیف تو فرار ہو کر اپنے شہر طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے - اور بنی ہوازن کا اہل اسلام نے تعاقب کیا - اور اُن کے قلعہ پر پہنچ کر اُس پر قبضہ کر لیا - اور اُن کے زن و مرد سب گرفتار ہو کر حلقۂ غلامی میں آ گئے ۔

بنی ہوازن سے فراغت پا کر اہل اسلام نے طائف پر چڑھائی کی - یہ شہر نہایت پُر فضا پہاڑ ہے - اور شہر مکہ سے

۳۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ وہی شہر ہے جہاں نو برس پہلے محمدؐ صاحب وعظ کہنے گئے تھے۔ تو وہاں کے لوگوں نے انہیں اینٹ پتھر مار کر بھگا دیا تھا۔ اور آپ اس حال میں وہاں سے نکلے تھے۔ کہ پنڈلیوں اور ٹخنوں سے خون جاری تھا۔ اب اہل اسلام نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد اہل طائف نے عاجز آکر اطاعت قبول کی۔ اور قلعو فاتحین کے حوالے کر دیا۔ اب اہل طائف نے آپ سے درخواست کی۔ کہ ہمارے بُت دو برس تک نہ توڑے جائیں۔ آنحضرتؐ نے اس درخواست کو نامنظور کیا۔ پھر انھوں نے ایک سال کی مُہلت طلب کی۔ وہ بھی نامنظور ہوئی۔ غرض آخر تے اُترتے ایک مہینے کی مہلت مانگی۔ وہ بھی نامنظور ہوئی۔ خُدائے واحد کے سچے مذہب میں لحظے بھر کی بت پرستی کی بھی اجازت نہیں ہوسکتی تھی۔ اہل طائف کو یہ پُورا اختیار دیا گیا۔ کہ وہ چاہیں مذہب اسلام اختیار کریں۔ چاہے نہ کریں۔ اس باب میں جس طرح اور کسی پر جبر نہیں ہؤا۔ ان پر بھی مطلق نہ ہؤا لیکن انھیں کہا گیا کہ اگر تم یہ چاہو کہ ہم بُتوں کو چھوڑ دیں۔ تو یہ بالکل ناممکن ہے۔ چنانچہ ایک ایک بت اُن کا توڑا گیا۔ ان کے ہاں ایک سب سے بڑا بُت تھا۔ جس کا نام **لات** تھا۔ اُس کی پرستش سب سے زیادہ کی جاتی تھی۔ جب اہل اسلام کی ضرب اُس بُت پر لگی۔ تو تمام شہر کے زن و مرد رونے اور چلانے

لگے ۔ مگر حضرتؐ نے اس شور و واویلا کو مطلق نہ سُنا ؛

اہل طائف کے بُت توڑ دیئے گئے ۔ قلعے فتح کر لیئے۔ اور وہاں کے لوگوں نے اطاعت بھی قبول کر لی ۔ مگر مذہب اسلام قبول نہ کیا ۔ آنحضرتؐ نے اس مہم سے فراغت پاکر اور اہل طائف کو انہیں کے حال پر چھوڑ کر مدینہ کو مراجعت کی ؛

اب بنی ہوازن کے چند عمایدار اکین آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور نہایت عاجزانہ طور پر عرض کی ۔ کہ ہم نے اپنی شرارت وسرکشی کا نتیجہ پالیا ۔ مگر آپ رحمتِ عالم ہیں اب ہمارا قصور معاف فرمایا جائے ۔ اور ہمارے عیال و اطفال جو گرفتار ہو کر حلقہ غلامی میں آ گئے ہیں ۔ اُن کو ازراہِ مہربانی رہائی بخشی جاوے ؛

یہ غلام حسب قاعدہ و دستور ملک سپاہ میں تقسیم ہو گئے تھے ۔ اور ان کا واپس لینا مشکل تھا ۔ نہ دستور کے مطابق ایسا قرین انصاف تھا ۔ گو یہ سب لوگ بُت پرست تھے ۔ مگر حضرتؐ کو ان مصیبت زدوں پر بہت رحم آیا ۔ آپ نے فرمایا کہ جب ہم لوگ مسجد میں نماز کے لئے جمع ہوں ۔ تو تم وہاں آ کر سب کے رُوبرُو یہ درخواست کرنا ۔ اور مجھ سے کہنا ۔ کہ آپ ہماری سفارش مسلمانوں سے کریں ۔ اور اَور مسلمانوں سے کہنا ۔ کہ تم ہماری سفارش رسولِ خدا سے کرو ۔ کہ ہم پر رحم فرمایا جائے ؛

اگلے روز جب کہ نماز ظہر کے بعد سہ پہر کے وقت کُل مسلمان

مسجد نبوی میں جمع تھے۔ تو اُنھوں نے آکر ویسا ہی کیا۔ اُن کی درخواست سُن کر محمد صاحب نے کہا۔ کہ میں تو اپنا اور اپنے قبیلے کا حصّہ چھوڑتا ہوں۔ اور جس قدر لوگ میرے پاس گرفتار ہوکر بطور غلام آئے ہیں۔ سب کو بغیر کسی بدلہ کے آزاد کرتا ہوں چنانچہ یہ کہکر آپ نے سب کو بُلا کر ہمیشہ کے لئے آزاد کردیا +

یہ نیکی اور کشادہ دلی کی مثال ایسی نہ تھی۔ کہ لوگوں پر بے اثر کئے رہتی۔ اُسی وقت سب خادمانِ بارگاہِ نبوت نے اس نیک اور عالی ہمتی کی تقلید کی۔ اور چند منٹوں میں چھ ہزار آدمی غیر مسلم مرد اور عورت غلامی سے آزاد کئے گئے اور کسی نے یہ وہم تک بھی نہیں کیا۔ کہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ ہم اُن پر کیوں یہ مہربانی کریں۔ یہ رحم اور خیرات کا کام تھا۔ اور اسلام ایسی خیرات میں کوئی تمیز مسلم۔ غیر مسلم کی پسند نہیں کرتا +

اس کشادہ دلی اور خداترسی نے بنی ثقیف اور بنی ہوازن پر ایسا اثر کیا۔ کہ دونوں قبیلوں نے فوراً بُت پرستی چھوڑ خدا کا دینِ توحید اختیار کرلیا +

اس واقعہ کے بعد آپ مدینہ تشریف لے آئے +

باب ہفتم

سنہ ۹ ہجری کے مختصراً واقعات۔ محمدؐ صاحب کا سال وفات اور اُن کی رحلت

مکّہ کی فتح نے عرب میں برکات اسلام کی دُھوم مچادی۔ بُت پرستی ایسی چیز نہ تھی جس کی بُرائیوں کے سمجھنے کے لئے اتنی دیر لگتی۔ پھر پیغمبرؐ اسلام جیسے مُعلّم کی صاف و صریح تعلیم کے بعد۔ لیکن لوگوں کو ضد اور نفسانیت نے روک رکھا تھا۔ اہل مکّہ سے اس ضد کا دُور ہونا تھا۔ کہ چاروں طرف سے اہلِ عرب کے غول کے غول آپ کی خدمت میں قبُولِ اسلام کے لئے اپنی رضا و رغبت سے آنے لگے۔ جو قبائل بُہت دُور دست اطراف میں رہتے تھے۔ اُنھوں نے سفارتیں بھیجیں۔ اور بالواسطہ اسلام قبُول کرنا چاہا۔ اس میں اس قدر سفارتیں آئیں۔ کہ تاریخ اسلام میں اس سال کا نام ہی سال وفود یعنی رسالتوں کا سال رکھا گیا ہے ÷

محمدؐ صاحب ہر ایک رسالت کی نہایت عزّت کرتے تھے۔ اور اُن کے رتبہ اور حیثیت کے مطابق اُن سے پیش آتے تھے۔ جب یہ لوگ اسلام قبُول کر کے وطن کو واپس جاتے تھے۔ تو ایک

نقیب (مشنری) ان کے ہمراہ کر دیا جاتا تھا۔ کہ وہ انہیں دینِ توحید کی تعلیم میں پختہ کرے ÷

سب سے آخری مہم جس میں جناب پیغمبرِ خدا کو بذاتِ خود شریک ہونا پڑا مہم تبوک تھی۔ تبوک سرحد عرب کے قریب علاقۂ شام میں ایک شہر تھا۔ جو شاہ قسطنطنیہ کے زیر حکومت تھا۔ ان دنوں عرب میں سخت قحط پڑا۔ جس سے ملک میں تباہی اور بدامنی کے آثار پیدا ہوئے۔ اس حالت کو دیکھ کر سلطنتِ روما نے عرب پر یورش کرنے کا اچھا موقع دیکھا۔ انھوں نے عرب پر چڑھائی کی تیاریاں کیں۔ آنحضرت ؐ نے مناسب جانا۔ کہ ایسے خطرناک دشمن کا ملک عرب کے اندر پہنچ جانا مناسب نہیں۔ اُسے دُور سے ہی روکنا قرینِ مصلحت ہے۔ اگرچہ اہلِ عرب بیچارے قحط کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ مگر اس بے سروسامانی میں بھی ۳۰ ہزار کی جمعیت آپ کے ہمرکاب ہوئی۔ اور عرب کے سرحدی شہر تبوک تک یہ فوج جا پہنچی۔ عرب کی اس مستعدی کو دیکھ کر اہلِ روما نے یورش کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور لشکرِ اسلام وہاں ۲۰ روز ٹھہر کر خیر و عافیت کے ساتھ واپس مدینہ آ گیا ÷

قبیلۂ طے نے اب تک اسلام اختیار نہیں کیا تھا۔ اب اس میں بعض مفسدوں نے سرکشی کی۔ اور ملک میں فساد پھیلانا چاہا۔ محمد صاحب نے حضرت علیؓ کو اُن کی سرکوبی اور سرزنش کے لئے ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ عدی بن حاتم طائی جو

قبیلۂ طے کا حاکم تھا۔ تاب مقابلہ نہ لاکر شام کو بھاگ گیا حضرت علیؓ
اُن کے مقبوضات پر قبضہ کر کے وہاں کے باشندوں کو پابجولاں
مدینہ میں لے آئے +

ان قیدیوں میں حاتم طائی کی لڑکی بھی تھی۔ آنحضرتؐ نے
جب اس کا حال سُنا تو اُسے فوراً رہا کر دیا۔ اور باقیوں کی
نسبت حسب درجۂ جرم بغاوت کی سزائیں تجویز کی گئیں +

اس نیک نہاد لڑکی نے ہاتھ جوڑ کر حضرتؐ کی خدمت میں
عرض کی۔ کہ اگر میرے قبیلے کے اَور لوگ غلام بنا کر رکھے جائینگے
تو مجھے بھی غلامی میں رہنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس آزادی
سے کہ میرے عزیز غلامی کی ذلت میں رہیں۔ اور اگر انہیں قتل
کرنا ہے۔ تو سب سے اوّل میرا گلا کاٹنا چاہئے۔ میں
نہیں چاہتی۔ کہ وہ قتل ہو جائیں۔ اور میں اُن کے بعد
جیتی رہوں +

محمدؐ صاحب نے اس لڑکی کے کہنے پر سب قبیلے کی
جان بخشی کی۔ شکر گزار مجرموں نے اس نیک سلوک سے
متاثر ہو کر اُسی وقت اسلام قبول کیا۔ اس واقعہ کو
شیخ سعدیؒ نے بوستاں میں بہت خوبی سے ادا کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

شنیدم کہ طے در زمان رسول	نہ کردند منشور ایشاں قبول
فرستاد لشکر بشیر و نذیر	گروہے از ایشاں گرفتند اسیر
زنے گفت من دختر حاتم	بخواہند از یں نامور حاکم

کرم کُن بجائے من اے محترم	کہ مولائے من بود زاہلِ کرم
بفرمانِ پیغمبرِؐ پاک رائے	کشادند زنجیرش از دست و پائے
دراں قوم باقی نہادند تیغ	کہ رانند سیلاب خُوں بیدریغ
بزاری بہ شمشیر زن گفت زن	مرانیز با جملہ گردن بزن
مُروّت نہ بینم رہائی ز بند	بہ تنہا و یارانم اندر کمند
ہمیگفت گریاں برا خوانِ طے	بسمع رسُولؐ آمد آواز وے
بہ بخشید آں قوم و دیگر عطا	کہ ہرگز نہ کرد اصل وگوہر خطا

اب ایّامِ حج قریب آگئے تھے۔ محمدؐ صاحب نے اپنے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حاجیوں کے قافلے کے ساتھ رسومِ حج ادا کرنے کے لئے مکّہ بھیجا۔ اور خود بباعث چند امُور ضروری کے مدینہ میں ہی ٹھیرے رہے۔ حضرت علیؓ کو بھی حضرت صدیق کے ہمراہ یہ حکم دے کر روانہ کیا۔ کہ بعد ادائے رسُوم حج یہ اعلان کردیا جائے۔ کہ اگلے سال سے مکّہ خُدا پرستوں کا خاص شہر قرار پائے گا۔ اور کسی بُت پرست کو وہاں آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ چنانچہ جب حج ہوچکا۔ تو علیؓ نے قربانی کے دن کھڑے ہوکر بہ آوازِ بلند یہ اعلان کردیا۔ کہ اگلے سال سے کسی بُت پرست کو یہاں آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور کسی کو اجازت نہ ہوگی کہ حسب دستورِ زمانۂ جاہلیّت ننگا ہوکر بیت الحرام کا طواف کرے۔ جن لوگوں نے کوئی خاص عہد وپیمان کر رکھے ہیں۔ وہ وقت مقررہ تک اسی طرح رہینگے۔ باقی لوگوں کو چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے۔ کہ اپنے اپنے

بعد کسی کا کچھ عُذر نہیں سُنا جائیگا"۔

اس اعلان کے بعد ابوبکرؓ اور علیؓ مع دیگر مسلمانوں کے مدینہ کو واپس چلے گئے۔ اور اس اعلان کا یہ اثر ہؤا۔ کہ اگلے برس کے اختتام سے پہلے تقریباً کُل عرب مسلمان ہوگیا +

اب سنہ ۱۰ ہجری شروع ہؤا۔ محمدؐ صاحب نے اس سال کے بُہت سے حصّہ میں صرف یہ کام کیا۔ کہ عرب کے ہر ایک قبیلہ میں اپنا ایک ایک نقیب تعلیم دینے کے لئے مُقرّر کرکے بھیج دیا اور اُن آس پاس کے بادشاہوں کے پاس جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے سفارتیں بھیجیں۔ اور بعضوں کی طرف سے سفارتیں قبُولیتِ اسلام کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس سعی اور اس جانفشانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ مُلک جو صدیوں سے چاہِ جہالت میں ڈوبا ہؤا تھا۔ جس میں ہر قسم کی بدیاں اور بُت پرستی مروج رہی تھیں۔ جہاں توہُمات کی کالی گھٹا چھا رہی تھی۔ غرض جہاں کے باشندے ایسے افعالِ شنیعہ کے عادی تھے۔ جن کے حالات پڑھنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یک لخت ایک خطّۂ رضوان بن گیا۔ اور یہ سب بُرائیاں اس مُلک سے دُور ہوگئیں +

وہ دین جس نے اعدا کو اخواں بنایا ۔ وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غمخوارِ دوراں بنایا ۔ گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ	گراں کر دیا اس کا عالم سے پلہ
مس خاک کو جس نے کندن بنایا	کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا	پلٹ دی بس اک آن میں اُس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

جب عرب میں یہ انقلاب رُوحانی ہو چکا تو محمدؐ صاحب کو معلوم ہو گیا کہ جس مطلب کے لئے خدا نے مجھ کو پیدا کیا تھا۔ وہ ہو چکا اور یقین کیا کہ اب میری موت کے دن قریب ہیں تب اُنھوں نے ایک **الوداعی حج** کرنے کی ٹھانی چنانچہ ۲۵ ذوالقعد کو آپ کا قافلہ مکہ کو روانہ ہُوا۔ مگر ناظرین کیا تم قیاس کر سکتے ہو کہ اس حج میں آپ کے پیچھے کتنے آدمی تھے؟ وہ ہی آمنہ کا یتیم بچہ جسے دائی حلیمہ پرورش کے لئے لینے میں بھی تامل کرتی تھی۔ وہی شخص جسے مکہ میں کوئی پناہ نہ دیتا تھا۔ اور جسے بھاگتے وقت صرف دو جاں نثار رفیق ملے۔ کہ ایک بستر پر لیٹا۔ اور ایک نے ان کے ساتھ جان جوکھوں میں ڈال پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لی۔ کچھ خیال کر سکتے ہو۔ آج اُسکے جھنڈے کے نیچے کتنے آدمی ہیں؟ آج اُس کے ساتھ **ایک لاکھ چوبیس ہزار** خدا پرست میدان **عرفات** میں خدائے واحد کے حضور میں سر ننگے کھڑے بن سلے کپڑے کفن کی طرح پہنے۔ امیری غریبی کا فرق دور کئے میدان حشر کا نمونہ

بنائے کھڑے ہیں - اللہ اکبر - صداقت کی کامیابی! کیسا عالیشان نظارہ ہے!!

آنحضرتؐ **جبل عرفات** پر چڑھ گئے۔ اور اپنے جاں نثاروں کو یوں خطاب کیا :-

"اے حاضرین اہلِ اسلام شاید میں اگلے سال تم لوگوں میں نہ ہونگا۔ اب جو کچھ کہتا ہوں اُس کو کان لگاکر سُنو اور دل سے اس پر توجہ کرو - یہ مہینہ اور خاص کر یہ دن تم لوگوں کے لئے مُقدس ہے - تم سب کے سب ہر سال اس دن اپنے خُدا کے حضُور اس گھر میں حاضر ہُوا کرو - اے اہلِ اسلام یہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن تم سب کو اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑیگا وہ اس وقت تمہارے ہر فعل اور حرکات سکنات کا حساب کتاب لیگا - دیکھو عورتوں کے ساتھ کبھی بدسلوکی نہ کرنا - ان سے ہمیشہ مہربانی سے پیش آنا - غلاموں کو وہ آسائش دینا جو تم اپنے آپ کو دیتے ہو - اگر اُن سے کوئی خطا ہو جائے تو درگزر کرنا یاد رہے کہ کُل مسلمان آپس میں بھائی ہیں - دیکھو کوئی ایکدوسرے کی حق تلفی نہ کرے" +

اس کے بعد نماز حج ادا کی گئی - اور محمدؐ صاحب مدینہ کو واپس آئے +

اب ۱۱ ہجری شروع ہُوا - اسی کو محمدؐ صاحب کی رحلت کا سال کہتے ہیں - اس سال وہ جب تک زندہ رہے - مدینہ سے

باہر نہیں نکلے۔ مہم تبوک سے واپس آتے وقت اہل روما نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا۔ اس وقت اُس خون کا انتقام لینے کے لئے انھوں نے ایک فوج روانہ کی۔ مگر محمدؐ صاحب کے سخت بیمار ہو جانے کی وجہ سے وہ فوج رستہ ہی میں سے لوٹ آئی ؀

انہیں دنوں دو شخصوں مسیلمہ اور اسود عنسی نے جن کو مسلمان مؤرخ کذّاب لکھتے ہیں۔ پیغمبری کا دعوے کیا۔ اور اپنے اپنے قبائل میں رسوخ پیدا کر کے صنعا یمن کے دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا۔ ان میں سے اسود عنسی کو تو مسلمانوں نے جلد قتل کر ڈالا۔ اور مسیلمہ کذّاب بباعث آنحضرتؐ کی بیماری کے اس وقت سزا سے بچ گیا۔ مگر آخر کو مسلمانوں نے اس کو بھی نہ چھوڑا ؀

اب محمدؐ صاحب کی عمر تقریباً ۶۳ برس کی ہو گئی تھی۔ بڑھاپے کمزوری اور کثرت محنت سے اُن کی صحت میں فرق آ گیا تھا آخر کار ان کو بخار ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ اس نے نمونیا کی صورت اختیار کر لی۔ مگر وہ ایسے مستقل مزاج تھے۔ کہ اس شدید علالت میں بھی پانچوں وقت مسجد میں حاضر ہوتے اور خود امامت کرواتے۔ عائشہ کا گھر مسجد کے بہت قریب تھا۔ بیماری کے ایّام میں اسی میں قیام پذیر رہے۔ وہ بہت دلی ہمدردی سے ان کی تیمارداری کرتیں۔ اپنی رحلت سے

تین روز پہلے جب وہ بہت نڈھال ہو گئے۔ تو انھوں نے اپنے چچازاد بھائیوں علیؓ اور فضلؓ سے یہ درخواست کی۔ کہ وہ اُنکو سہارا دے کر مسجد تک لیچلیں۔ وہ فوراً اس حکم کو بجا لائے۔ چونکہ وہ خود بہت کمزور تھے۔ اسلئے اُنھوںؐ نے اپنی بجائے ابو بکر کو امام بنایا۔ اور خود اُنکے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ بیٹھ گئے۔ اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اگر مجھ سے کسی شخص کو کچھ ایذا پہنچی ہو۔ تو مَیں اس وقت اُس کی معافی کے لئے حاضر ہوں۔ اگر تم میں سے کسی کا کوئی قرضہ میرے ذمّے ہو۔ تو وہ اس وقت مجھ سے لے لے"

اس وقت ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میرے تین درم آپ کے ذمے ہیں۔ وہ قرضہ فوراً ادا کیا گیا۔

اس کے بعد محمدؐ صاحب نے حاضرین مجلس کو بہت نصیحت کی۔ پھر مکان میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے پھر باہر تشریف نہ لائے۔ اب روز بروز اُنکی بیماری اور بیچینی بڑھتی گئی۔ آپ نے پانی کا ایک پیالہ بھر کر پاس رکھا تھا۔ پانی میں ہاتھ ڈبو کر بار بار چہرے پر ملتے تھے۔ آخر کار ۱۲ ربیع الاول مطابق ۸ جون ۶۳۲ء بروز دو شنبہ بوقت دوپہر آہستہ آہستہ خدا کا نام لیتے۔ اور بالرَّفِیقِ الْاَعْلٰی۔ بالرَّفِیقِ الْاَعْلٰی۔ یعنی "رفیق اعلےٰ کے پاس"۔ "رفیق اعلےٰ کے پاس"۔ عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ گویا جس تاریخ کو پیدا ہوئے تھے۔ اُسی تاریخ کو انتقال کیا۔

تمت

کتبہ میرزا جمال الدین احمد سی لا دوہ

براہمو دھرم (مذہب حقانی) کے عالمگیر اصول

(۱) خدا ایک ہے اور اس کا کوئی ثانی نہیں - وہی کُل کائنات کا سبب اور قائم رکھنے والا ہے - وہ قادرِ مطلق - علیم کُل - محبتِ کُل - عادل پاک - حاضر و ناظر - راحتِ حقیقی اور نجات دہندہ ہے +

(۲) رُوحِ انسانی غیر فانی اور لاانتہا ترقی کے لائق ہے وہ اپنے افعال کیلئے خدا کے سامنے جوابدہ ہے +

(۳) کسی مخلوق کو خدا جان کر اس کی پرستش کرنا ٹھیک نہیں - اور کوئی انسان یا کتاب غلطی سے مبرا اور رُوح کی نجات کا ایک اور کامل ذریعہ نہیں ہو سکتی - براہمو لوگوں یعنی موحدوں کے لئے راستی ہی کلامِ الٰہی ہے - ہر قوم کی دینی کتب اور بزرگوں کے کلام سے راستی کو عزت اور تعظیم کے ساتھ قبول کرنا واجب ہے +

(۴) خدا سب کا باپ اور کُل نوعِ انسان آپس میں بہن بھائی کی مانند ہیں +

(۵) خدا نیکی کی جزا اور گناہ کی سزا دیتا ہے لیکن اُس کی سزا ہماری بہتری کے لئے ہوتی ہے - اور وہ سزا ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتی +

(۶) گناہ آلودہ زندگی کا ترک اور سچے دل سے توبہ ہی گناہ کے لئے کفارہ ہے - اور بھلائی اور پاکیزگی میں خدا کی مرضی کے ساتھ ایک ہو جانا ہی سچی نجات ہے +

تشریح

(۱) سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی شے قائم بالذات نہیں - اس کُل کائنات کی ہر ایک شے مثلاً سورج - چاند - تارے - آگ - پانی اور ہوا اور بے تعداد جاندار چرند و پرند محض خدا کی حکمت اور قدرت کا ظہور اور نتیجہ ہے - اور اسی کے سہارے قائم اور برقرار ہے +

(۲) یہ دنیا جس میں ہماری بود و باش ہے اُس کا پیدا کرنے والا ایک ایسا خدا ہے کہ جو زندہ اور لاثانی ہے اور اُس کا انتظام کسی کل یا گھڑی کی طرح کہ جس کو کاریگر ایک دفعہ بنا کر الگ کر دیتا ہے نہیں چل رہا بلکہ خدا ہر وقت اور ہر لحظہ دنیا میں موجود رہ کر اُس کے متعلق ساری ضرورتوں کے سامان بہم پہنچا رہا ہے +

(۳) جسمانی دنیا میں جیسے خدا کی طاقت ہر جگہ موجود نظر آتی ہے - رُوحانی دنیا میں بھی وہ زندگی کی زندگی ہو کر رُوح کے متعلق ساری ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں - اور پچھلے زمانے میں جیسے رشی مُنی اور پیغمبر مُلہم ہو کر اُن سے ہدایات پاتے تھے اس زمانہ میں بھی عابدوں بھگتوں

اور روحانی حق پسند گزاروں کو الہام کے ذریعے وحی ہادیئے حقیقی ہدایت کرتا ہے - اور یہ سلسلہ ابدالآباد تک جاری رہیگا +

(۴) انسان صرف جسم نہیں بلکہ دراصل وہ روح ہے - روح کا اگرچہ اس دنیا میں جسم کے ساتھ ایک عرصے تک تعلق رہتا ہے - مگر یہ تعلق عارضی ہے - روح سے جدا ہونے ہی اگرچہ یہ ہر گل کر منتشر ہوجاتا ہے - لیکن روح انسانی غیر فانی اور ہمیشہ کی ترقی کے لائق ہے +

(۵) چونکہ خدا جملہ صفات میں کامل اور غیر محدود ہے - اور روح انسانی کا خدا کے ساتھ ایک طبعی زندہ تعلق اور رشتہ ہے - اسلئے روح اپنے خالق کی صفات میں ابدالآباد تک بغیر کسی حد کے ترقی کر سکتی ہے +

(۶) مثل اور مادی چیزوں اور حیوانات و چرند پرند وغیرہ کے انسان کی روح آزاد مرضی سے محروم نہیں پیدا کی گئی - بلکہ وہ ایک حد تک آزاد رکھی گئی ہے - اسلئے ہر ایک خیال کلام اور فعل جو اس سے سرزد ہوتا ہے - اس کے لئے وہ خدا کے حضور میں جوابدہ ہے +

(۷) جسم کا قیام جیسے ہوا - پانی اور غذا پر منحصر ہے - روح کی اصل زندگی بھی عبادت الٰہی پر جو کہ روحانی ہونی چاہئے انحصار رکھتی ہے +

(۸) [illegible] کے ساتھ تعلق جوڑ کر اپنے اندر الٰہی خاصہ کو [illegible] کرنا اور [illegible] سے متحرک ہو کر لوگوں کی روحانی بھلائی اور خدمت کے ذریعہ سچائی - انصاف اور پاکیزگی کی بادشاہت کو قائم کرنا یعنی روحانی عبادت ہے +

(۹) روح کا اپنے گناہوں کے علم ہونے پر پیدا ہو کر ان سے نجات پانے کے لئے کشمکش کرنا اور [illegible] گناہوں سے [illegible] اپنے آپ کو [illegible] محسوس کرکے امداد الٰہی کا [illegible] ہونا اور [illegible] فطرت میں ترقی کرنے کی خواہش کرنا ہی دعا یعنی پرارتھنا ہے +

(۱۰) روحانی عبادت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک انسان کے اندر نئی روحانی زندگی پیدا نہ ہو +

(۱۱) انسان کے دل میں اپنے گناہوں کے علم ہونے پر اپنی گناہ آلودہ حالت سے قطعی بیزاری اور نفرت کرکے اس سے بچنے کی جب زوردار خواہش پیدا ہوتی ہے - اور پھر جب پاک الٰہی جاذبہ کے ساتھ الفت پیدا ہوتی ہے - تب گویا نئی روحانی زندگی کا نشوونما شروع ہوتا ہے +

(۱۲) نئی زندگی کے پیدا ہونے پر انسان ہر ایک الٹے عمل سے جو گناہ اور برائی کا موجب ہو دل میں گہری نفرت [illegible] اپنے ہر ایک عمل سے محض خدا کی ہی مرضی پوری کرنا

اس کی زندگی کا مقصد ہو جاتا ہے ÷

(۱۳) خدا تعالیٰ کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے کر اس سے بغاوت رکھنا اور اس کی پاک مرضی پر اپنی خودی اور خواہشوں وغیرہ کی ناجائز سرکشی کو ترجیح دینا ہی گناہ کہلاتا ہے ÷

(۱۴) کوئی انسان پیدائشی طور پر گنہگار نہیں۔ بلکہ اپنی آزاد مرضی سے خدا کی مرضی کے خلاف چل کر اپنے آپ کو گناہوں کا مرتکب کرتا ہے۔ اور نہ ہی بعض مذاہب کی تعلیم کے مطابق کوئی ایسا وجود کہ جو انسان کو گناہ کی ترغیب دیتا ہو موجود ہے کہ جس کو شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے ÷

(۱۵) خدا ہمارے گناہوں کی سزا یقیناً دیتا ہے۔ لیکن اس کا ایسا کرنا کسی بدلہ یا انتقام پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ اس میں محض ہماری بہتری اور بھلائی مدنظر ہوتی ہے ÷

(۱۶) خدا اگرچہ ہمارے گناہوں کو معاف نہیں کرتا اور نہ ہی ہمارے بدلے کسی اور کو کفارہ ہوتا ہے۔ اور نہ ہی کسی پیغمبر یا ہادی کی سفارش پر ہم کو چھوڑ دیتا ہے۔ مگر ہمارے محدود گناہوں کی سزا کے بدلے میں ہمیشہ کے جہنم یا دوزخ میں بھی جھونک نہیں دیتا۔ بلکہ اپنے [illegible] کے موافق ہم کو آخرکار گناہوں سے آزاد کر کے ہمیشہ کی زندگی اور راحت بخشتا ہے ÷

(۱۷) سچی توبہ کے ذریعہ ہر ایک سرزد شدہ گناہ سے اپنے اندر دکھ اور کلفت محسوس کرنا ہی گناہ کی سزا ہے۔ توبہ کی آگ جو گنہگار کی روح کے اندر جلتی ہے۔ اور جس سے جو تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ وہ بڑی سے بڑی جسمانی تکلیف سے بھی زیادہ عذاب دہ ہوتی ہے ÷

(۱۸) گناہ کی سزا روح کے ساتھ ہی ساتھ ہے۔ جیسے کسی جسمانی قانون کے توڑنے سے اس کی سزا بیماری کی صورت میں اسی دنیا میں جلد یا بدیر مل جاتی ہے۔ اسی طرح سے روح جو گناہ کرتی ہے۔ اس کی تاثیر روح کے اندر [illegible] اسی کے مطابق روح گندہ اور ناپاک، حزن یاس اور آزردگی کی حسرت [illegible] کا باعث ہو کر روز بروز جہنم میں جلتی جاتی ہے۔ اس کے لئے کسی آئندہ قیامت کے دن یا موت کے بعد جہنم کے انتظار کی ضرورت نہیں ÷

(۱۹) بہشت اور دوزخ یا سورگ اور نرک کا ان کے لغوی معنوں والا نقشہ محض بیم (خوف) و رجا (امید) کی بنا پر عام لوگوں کو گناہ سے بچنے اور نیکی کی ترغیب دلانے کے لئے تجویز کردہ معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت اس قسم کا بہشت اور دوزخ کہیں بھی نہیں ہے۔ روح کی پاک اور ناپاک حالتوں کا نام ہی بہشت اور دوزخ ہے ÷

(۲۰) جس حالت میں انسان اپنے آپ کو گناہ کا مرتکب کر کے بیدار ہونے کی حالت

میں اپنے دل میں اس کی سزا سے دُکھ اور عذاب محسوس کرتا ہے۔ اس حالت کا نام ہی دوزخ ہے۔ اور جب گناہ سے آزاد ہو کر الٰہی خاصہ یعنی رحم۔ انصاف۔ محبت۔ بھلائی۔ اور پاکیزگی وغیرہ میں ترقی کر کے رُوحانی وصلِ الٰہی کا خاص سرور اور آنند حاصل کرتا ہے۔ اس حالت کا نام ہی بہشت یا سُورگ ہے +

(۲۱) کسی دریا میں نہانے۔ تیرتھ یاترا کرنے۔ آگ یا پانی کے ذریعے کسی عضو کو بھسم کرنے۔ فاقہ کشی کرنے۔ جنگل یا پہاڑ میں اکیلے بیٹھ رہنے۔ جسمانی اعضا کو کسی خاص شکل میں توڑ موڑ کر نشست اختیار کرنے۔ کسی ولی پیغمبر یا دیوی دیوتا کی سفارش پر بھروسہ رکھنے سے نجات نہیں ملتی۔ بلکہ اپنی زندگی کے ہر ایک کاروبار میں خدا کی پاک مرضی کو پورا کر کے لوگوں کی رُوحانی اور جسمانی بھلائی اور سیوا کے عمل کرنے سے ہی گناہ سے نجات حاصل ہوتی ہے +

(۲۲) ویدانت مت کے عقاید کے مطابق رُوح کا اپنی شخصیت کو نیست و نابود کر کے خدا میں فنا ہو جانے یا جسم سے الگ ہو جانے کے بعد کسی ایسی حالت میں رہنے کا نام مکتی ہے۔ کہ جس میں رُوح کسی سکھ اور دُکھ یا آرام اور تکلیف کو محسوس ہی نہیں کر سکتی۔ مگر درحقیقت ایسی حالتوں کا نام مکتی نہیں۔ بلکہ رُوح کا ہر ایک قسم کے گناہ سے آزاد ہو کر اپنی نفسانی اور جسمانی خواہشوں پر پورا تصرف حاصل کر کے اپنی مرضی کو خدا کی پاک مرضی کے ماتحت کرنے اور اسی کی عظمت کو قائم کرنے کا نام سچی مکتی یا نجات ہے +

(۲۳) محض کسی انسان یا الہامی کتاب پر ایمان لانے سے نجات نہیں مل سکتی۔ اگرچہ یہ سب ایک حد تک حصُولِ مدعا میں مدد دے سکتے ہیں۔ لیکن نجات کا کامل ذریعہ محض ہمارے اعمال اور رحمتِ ایزدی ہیں +

(۲۴) جیسے کسی کتاب میں سے کسی جگہ کا ذکر پڑھنے سے یا کسی انسان کے بتا دینے سے ہم سچ مچ اُس جگہ تک نہیں پہنچ جاتے بلکہ اُس جگہ تک پہنچنے میں اپنی کوشش اور ہمت درکار ہوتی ہے اور خود چل کر ہی جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح سے کسی مقدس کتاب کے محض مطالعہ کر لینے یا کسی مہاتما اور پیغمبر کی زبانی کچھ سن لینے سے ہمارے اندر سچ مچ کی اعلیٰ اور پاک زندگی نہیں پیدا ہو جاتی بلکہ خدا پر کامل بھروسہ کر کے اور ہر ایک خواہش کے سکھ کو ترک کر کے اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے ماتحت اور اُس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے +

(۲۵) یہ دنیا جائے عذاب نہیں اور نہ ہی انسان آدم کی خطا کا خمیازہ بھگتنے میں

[illegible]

وقت تک پرورش پاکر اس دنیا میں رہنے کے قابل بنتا ہے۔ ویسے ہی روح بھی ایک خاص عرصہ تک جسم کے ساتھ رہ کر کافی اور ضروری تربیت حاصل کرنے کے بعد پرلوک یعنی دوسری دنیا میں رہنے کے لائق بنتی ہے ۔

(۲۶) کوئی کتاب خدا کی بنائی یا لکھائی ہوئی نہیں - انسان نے خدا سے روحانی معرفت پاکر اپنی قابلیت کے مطابق جن صداقتوں کو اپنی روحانی آنکھوں کے سامنے دیکھ اور پہچان کر اپنی زبان اور الفاظ میں قلمبند کیا ہے۔ وہ کتب مقدسہ کے نام سے نامزد ہیں۔ پس ان سب میں جس قدر سچائی ہے وہ ہر ایک انسان کے لئے عزت اور توقیر کے لائق ہے۔ مگر کوئی کتاب غلطی سے مبرا نہیں کیونکہ کوئی انسان خطا سے خالی نہیں۔ اسلئے وہ ہماری نجات کا کامل ذریعہ نہیں ہو سکتے ۔

(۲۷) کل نوع انسان آپس میں بہن اور بھائی ہیں۔ اور خدا سب کا باپ ہے۔ محض خاندان یا نطفہ کی بنا پر کسی کو عزت و تعظیم کے لائق قرار دینا یا نفرت و حقارت کے قابل تصور کرنا گناہ اور برائی میں داخل ہے ۔

شری دیپ پرکاش دیو [illegible]
کی کتابیں مع زبان - قیمت و پتہ ذیل میں درج ہیں:-

اردو	قیمت
سوانح عمری بدھ دیو جی	
" " حصہ اول	۴/
" " حصہ دوم	۸/
" " حصہ سوم	۴/
" " حصہ چہارم	۱۰/
خود نوشت سوانح عمری مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر جی	۱۲/
مہاپرشوں کی بانی ... باوا [illegible] کا کلام	۳/
روحانی روشنی ...	۶/
گرہ دھرم (فرائض خانہ داری)	۶/
بھرت ملاپ (جیمس شری رامچندر جی اور بھرت جی کا ملاپ دکھاتے ہوئے بیان کیا گیا)	۴/

	قیمت
خدا اور روح ...	۸/
مادیت و دہریت کی تردید	۴/
بچوں کے لئے مفید اور نصیحت آموز کہانیاں	۱۴/
براہمو دھرم کے بیاکھیان مجلد مصنفہ لالہ رگھوناتھ سہائے جی بی اے ہیڈ ماسٹر دیال سنگھ ہائی سکول لاہور	۱/عہ
سوانح عمری مہاتما راجہ رام موہن رائے	۴/
" مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر	۴/
" مہاتما کیشب چندر سین	۶/
گلدستہ مضامین ...	۴/
گلدستہ اخلاق	۳/
خاتونان ہند	۸/
اخلاقی ناول	۶/

ملنے کا پتہ: [illegible]